غیر مسلموں میں طریقۂ دعوت

اسلوب انبیاء کی روشنی میں

مقدمہ

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

مفتی محمد سرور فاروقی ندوی

(صدر جمعیت پیام امن، لکھنؤ)

مکتبہ پیام امن

ندوہ روڈ، ڈالی گنج لکھنؤ-۲۰

© جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

تفصیلات

- نام کتاب : غیر مسلموں میں طریقۂ دعوت اسلوب انبیاء کی روشنی میں
- نام مؤلف : مفتی محمد سرور فاروقی ندوی
- کمپوزنگ : پیام امن کمپیوٹر سنٹر
- تعداد اشاعت : تین ہزار
- سن اشاعت : ۲۰۱۳
- اُردو ایڈیشن : پانچواں ایڈیشن
- ناشر : مکتبہ پیام امن، ندوۃ روڈ، ڈالی گنج، لکھنؤ
- قیمت : ۸۰ روپئے

Writer : Mufti Mohd Sarwar Farooqui Nadwi

Publisher : Maktaba Payam-e-Amn, Nadwa Road,Daliganj,lucknow.

Website: www.islamicjpamn.com

E-Mail: maktaba.pyameamnlko@gmail.com, siddiquilko@yahoo.com

Phone No. 9919042879,9984490150

ملنے کے پتے

۱- مجلس تحقیقات ونشریات، ندوۃ العلماء، پوسٹ بکس نمبر ۱۱۹ (لکھنؤ)

۲- مکتبہ ندویہ ندوۃ العلماء (لکھنؤ)

۳- سبحانیہ بک ڈپو، جبل پور، (M.P)

۴- الفرقان بکڈپو، نظیر آباد ۳۱ (لکھنؤ)

۵- جامعہ دارارقم، ارقم نگر، محمد پور گونتی (فتحپور) ہسوہ

۶- مکتبہ حرمین امین آباد، مرکز والی مسجد (لکھنؤ)

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	موضوع
۷	مقدمہ
۹	پیش لفظ
۱۲	اپنی بات
۱۴	**باب اوّل (فصل اوّل) دعوت وتبلیغ کی اھمیت**
۱۵	دعوت وتبلیغ کی اہمیت (قرآن وسنت کی روشنی میں)
۱۶	مسلمانوں کی قومی اجتماعی فلاح
۱۷	ہر فرد پر اس کی وسعت کے مطابق لازم ہے
۱۸	معروف
۱۸	منکر
۱۸	بیماری کی جڑ
۱۹	غیر مسلموں میں دعوت کی ضرورت
۲۰	ہم نے کتنے انسانوں پر ظلم کیا
۲۱	دعوت وتبلیغ کا عزم
۲۳	**(فصل دوم) دعوت وتبلیغ کے اصول وآداب**
۲۴	انبیاء کا مشن
۲۴	تمام عبادتوں کو اللہ کے لئے خاص کرنا
۲۵	حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ کو نصیحت
۲۷	دعوتِ اِلیٰ اللہ کے راستہ میں صبر
۲۸	اخلاقِ حسنہ
۳۹	قومی امید
۳۱	دعوت میں چند اہم باتوں کا لحاظ

صفحہ نمبر	موضوع
۳۵	اوصاف داعی
۳۶	ضرورت ہے غیرت مندوں کی
۳۷	**(فصل سوم) انبیاء علیہ السلام کا اسلوب دعوت**
۳۷	دعوت الی اللہ کی بنیادیں
۳۹	پہلی بنیاد
۴۰	انبیاء کی بعثت کا مقصد
۴۳	**(فصل چہارم) انبیاء کرام کی دعوت وتبلیغ کے چند نمونے**
۴۴	حضرت نوح علیہ السلام سے قوم کی گفتگو
۴۵	حضرت ہود علیہ السلام اور ان کی قوم کی گفتگو
۴۹	حضرت نوح علیہ السلام کا اسلوب دعوت
۵۱	حضرت نوح علیہ السلام کے قوم کی سرکشی
۵۴	حضرت ابراھیم علیہ السلام کا اسلوب دعوت
۵۴	حضرت ابراھیم اور ان کی قوم کی گفتگو
۵۵	حضرت ابراھیم علیہ السلام اور ان کے والد کی گفتگو
۵۷	بت پرستی کے خلاف جنگ
۵۸	پاکیزہ اخلاق کے ذریعہ دعوت
۶۰	حضرت ابراھیم علیہ السلام اور نمرود کی گفتگو
۶۰	ربوبیت اور الوہیت پر زور
۶۱	سورج کو مغرب سے نکالنے کا مطالبہ
۶۱	حضرت ابراھیم علیہ السلام کا مقصد
۶۲	کیا آپ نے حکومت پر حملہ کیا
۶۳	حضرت ابراھیم علیہ السلام اور ان کی قوم کی گفتگو میں حکمتیں
۶۵	سرکش حکمراں
۶۵	تحریک کی ابتدا
۶۷	آگ کا کمال

موضوع	صفحہ نمبر
عبادت گزار بندے	۶۷
حضرت یوسف علیہ السلام کا اسلوب دعوت	۶۸
قید خانہ میں داخلہ کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کی دعوت	۶۹
حضرت یوسف علیہ السلام کی دعوت کا آغاز	۷۰
غیر مسلم حکومت میں عہدہ	۷۲
اللہ کے قانون کے خلاف فیصلہ	۷۳
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اسلوب دعوت	۷۵
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ	۷۶
فرعون کے پاس جانے کا حکم	۷۷
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے گفتگو کرنے کا طریقہ	۷۷
حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا مکالمہ	۷۸
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جواب	۷۹
بنی اسرائیل پر مصائب	۸۱
اللہ کی نصرت	۸۲
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا صبر	۸۲
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کا نقطہ	۸۳
حضرت ہود علیہ السلام کا اسلوب دعوت	۸۳
حضرت شعیب علیہ اسلام کا سلوب دعوت	۸۵
حضرت شعیب علیہ السلام کا طعنہ	۸۵
(فصل پنجم) حضرت محمد ﷺ کا اسلوب دعوت	**۸۸**
آپ ﷺ کی دعوت کا آغاز	۸۸
دعوت کا منہج	۹۱
حضرت عمرو بن عبسہ کا واقعہ	۹۲
حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے دربار کا واقعہ	۹۳
حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا مکالمہ	۹۵
ابوسفیان سے سوال	۹۶
توحید کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مصائب	۹۶
حضرت بلالؓ	۹۷
حضر تسمیہ رضی اللہ عنہا	۹۷

موضوع	صفحہ نمبر
مدنی دور میں توحید کا اہتمام	۹۸
رسول اللہ ﷺ کی بیعت	۹۸
آپ ﷺ کا خطوط شاہ ہرقل کے نام	۹۹
کمانڈروں کو توحید کی دعوت کا حکم	۱۰۰
دین کا مطلب	۱۰۲
مرتدین کے خلاف جنگ	۱۰۳
توحید اور کفر کے درمیان معرکہ	۱۰۳
حضرت محمد ﷺ کی شکایت	۱۰۶
رسول اللہ ﷺ کو دولت اور عورت کی پیش کش	۱۰۷
زمین کی بتوں سے تطہیر	۱۱۰
حضرت ابراھیم علیہ السلام سے دعا	۱۱۰
بتوں کے گھر کو توڑنے پر موت کا اظہار	۱۱۱
منات کو توڑنے کا حکم	۱۱۱
لات کو توڑنے کے لئے مہلت کا انکار	۱۱۲
طائف میں مسجد بنانے کا حکم	۱۱۲
رسول اللہ ﷺ کی وفات سے پانچ دن پہلے کی نصیحت	۱۱۳
رسول اللہ ﷺ کی آخری نصیحت	۱۱۴
(باب دوم۔فصل اول) غیر مسلموں میں طریقہ ءدعوت	**۱۱۶**
غیر مسلموں میں دعوت کے پانچ اہم اصول	۱۱۷
(فصل دوم) غیر مسلموں کو اللہ کی طرف متوجہ کرنے کا مؤثر طریقہ چند تجربات کی روشنی میں	**۱۲۳**
راستے الگ الگ ہیں اور جانا ایک ہی جگہ ہے	۱۲۸
مورتی پوجا اور تعزیہ پوجا	۱۲۹
ہر فرقے کے الگ الگ جوابات	۱۲۹
رسالت کے موضوع پر گفتگو	۱۳۰
آخرت کے موضوع پر گفتگو	۱۳۱
رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ ویدوں کی دنیا میں	۱۳۴
(فصل سوم) غیر مسلموں میں تبلیغی مساعی کو مستحکم بنانے کا عمل	۱۳۷

مقدمہ

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے قلم سے

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔امابعد

اس وقت تک جو دنیا قائم ہے نہ یہ اپنی محنت وقابلیت کی وجہ سے ہے اور نہ ہی موجدوں کے ایجاد اور حکومتوں کے حسن انتظام کے نتیجہ میں قائم ہے اگر اس دنیا کو اپنی قابلیتوں ،صنعتوں ،ذہانتوں ،معلومات بڑے بڑے عالموں ،دانشوروں ،ادیبوں اور فلسفیوں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا گیا ہوتا تو کب کی یہ نسل ختم کر دی جاتی ،لیکن یہ اس لیے باقی ہے کہ ابھی ہدایت کے امکانات باقی ہیں ،ابھی وہ امت باقی ہے جو ہدایت کا سبق دینے والی ہے اور جو ہدایت کا تحفہ دینے اور انسانیت پر رحم کھانے والی ہے اور لوگوں کو راحت وآرام دینے کے لیے اپنی راحت کو قربان کرنے والی ہے۔

یہ نہ صرف مسلمانوں کے لیے ضروری ہے بلکہ عام انسان اور نوع انسانی کی بقا کے لیے ضروری ہے،سب سے زیادہ جس چیز کی کمی ہے وہ یہ کہ مسلمانوں نے اپنا منصب فراموش کر دیا ہے،مسلمانوں کا وجود تو اس لیے تھا کہ جس ملک میں جائیں اس ملک میں خدا کی خدائی کا ڈنکا بجے،غیر اللہ کی پرستش مٹ جائے وہ ایک تاریخی افسانہ بن جائے ،لوگ کہیں کہ ایسا بھی ہوسکتا ہے۔مسلمان تو اس لیے تھے کہ جس ملک میں قدم رکھیں وہاں ظلم کا خاتمہ ہو جائے ،درندگی ،نفس پرستی ،شہوانیت ،جنسی بے راہ روی اور انحراف کا خاتمہ ہو جائے۔

آج اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل کرنے اور رسول اللہ ﷺ کے رحمۃ للعالمین ہونے کا

ثبوت دینے اور آپ ﷺ کی روح کو خوش کرنے اور ملک کو بچانے کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان خیر امت کا منصب سنبھالیں ،اگر انہوں نے اس فرض کو فراموش کر دیا اور اس کی طرف توجہ نہ کی تو نہ ملک بچے گا اور نہ ہم بچیں گے،خواہ کتنے ہی بڑے مدرسے ہوں (ہم خود بھی مدرسے کے آدمی ہیں)کیسی بڑی جامعات ،بڑے بڑے مصنفین اور محققین اور متقی بندے ہوں لیکن اگر مسلمانوں نے یہ کام چھوڑ دیا اور یہاں کے باشندوں اور اکثریت کے سامنے یہ بات نہیں آئی کہ یہ جو ہم زندگی گزار رہے ہیں نفسانی اور شیطانی زندگی ہے،ہمیں اپنی زندگی کا رخ بدلنا چاہئے،تو یہ پوری انسانیت کے لئے بڑے خسارے کی بات ہوگی۔

ضرورت ہے کہ مسلمان اسلام کا چلتا پھرتا نمونہ بنیں ،اسی کے ساتھ یہاں کی اکثریت کے سامنے خدا کا پیغام پہنچائیں ،خدا ترسی ،اخلاقی بلندی اخلاص وایثار کا نمونہ پیش کریں ،اسلام کے صرف عقیدہ کا نہیں بلکہ اسلامی اخلاق ،اسلامی سیرت کا نمونہ بنیں ، دوسری طرف ایسی زبان میں گفتگو جس کو وہ سمجھیں اور متاثر ہوں۔

عزیز مکرم مولوی محمد سرور فاروقی ندوی نے غیر مسلموں میں اسلام کا تعارف کرانے کے لیے متعدد رسالے تیار کیے ہیں ان کا یہ رسالہ غیر مسلموں میں اسلام کی دعوت پیش کرنے کا ایک نمونہ پیش کرتا ہے۔یہاں کے غیر مسلموں میں دعوتی کام کے لئے ضروری ہے کہ براہ راست ہندی زبان سے واقفیت ہی نہیں بلکہ اس پر قدرت بھی ہو اور ان کے مذہبی عقائد وافکار سے گہری واقفیت ہو،تا کہ پوری خود اعتمادی اور یقین کے ساتھ گفتگو ہو۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رسالہ سے نفع پہنچائے۔

ابوالحسن علی ندوی
۲۸/ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ
ندوۃ العلماء لکھنؤ

پیش لفظ

حضرت مولانا سید عبداللہ حسنی ندویؒ

(استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين وخاتم النبين محمد وعلى آله وصحبه أجمعين ومن دعا بدعوته الى يوم الدين. وبعد !

اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جب انسانیت کی رہنمائی اور چارہ سازی کی ذمہ داری سونپی گئی اور دعوت اِلی اللہ کا بارعظیم سپرد کیا گیا تو نہ صرف آپ ﷺ نے نبھایا بلکہ اس کا حق ادا کر دیا اور ہمیشہ ہمیش کے لیے ایسا نمونہ چھوڑ گئے جس کو دیکھ کر اور اپنا کر آسانی سے انسانیت کی رہنمائی اور چارہ گری کی جا سکے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے اسی کو اپنی زندگی کا وصف امتیازی بنایا اس طرح دنیا کے چپہ چپہ میں دعوت عام کر دی اور چراغ سے چراغ جلنے لگے، اصحاب دعوت وعزیمت نے اپنے اپنے علاقوں کی ضرورتوں اور اپنے اپنے ظرف وہمت کے مطابق اس میدان میں کارہائے نمایاں انجام دئے۔

اسلام کا کارواں آگے بڑھتا رہا، لوگ ساتھ آتے گئے اور قافلہ میں اضافہ ہوتا رہا نئی اُمنگوں نئی امیدوں اور نئے حوصلوں سے کام کرنے والے ملتے گئے لیکن ادھر صدی دو صدی سے جب سے مغربی طاقتوں کا عروج ہوا ہے یہ کام غیر معمولی طور سے کمزور ہو گیا، حتی کہ انداز فکر بدل گیا، غلامانہ اور محکومانہ ذہنیت کی جو کمزوریاں اور خرابیاں ہوتی ہیں وہ پیدا

ہو گئیں، احساس کمتری شرمندگی اور اپنی پسماندگی کے خیال نے ان کی کمر توڑ دی۔ ظاہر ہے یہ غبار تھا جو پروپگنڈہ اور میڈیا نے طاقت اور حکومت کے بل پر پھیلا دیا تھا، لیکن یہ سب حقیقتاً دعوتی کام میں کمزوری اور تساہلی کا نتیجہ تھا ورنہ ایسی آندھیاں بارہا عالم اسلام پر چلی ہیں اور انہوں نے پورے عالم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا لیکن اسلام اپنے نور حقیقت کے ساتھ سامنے آیا اور دیکھتے دیکھتے افق پر چمکنے لگا، اس میں ان اصحاب دعوت وعزیمت کو بڑا دخل تھا جنہوں نے سیاسی میدان میں مات کھانے کے باوجود ہمت نہیں ہاری تھی وہ جانتے تھے کہ انسانیت کی فلاح وبہبود دنیا کا امن وچین اور تمام انسانوں کی کامیابی صرف اسلام میں پوشیدہ ہے، اس کے لیے انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نمونہ کو اختیار کیا اور گروہ در گروہ دعوتی کام میں لگ گئے، اور انہوں نے فاتح قوم کو اپنے اخلاق وکردار سے، اپنی ہمدردی اور غمگساری سے، اپنے پریم اور محبت سے، اپنے یقین وایمان سے مفتوح کر لیا۔

جو دلوں کو فتح کرے وہ فاتح زمانہ ہے

آج بھی ضرورت اسی دعوت کی ہے جس کو لیکر قافلہ سالار انسانیت، نجات دہندہ عالم پیکر رحمت وشفقت سید الاولین والآخرین خاتم النبین ﷺ آئے تھے اور اپنے اپنے زمانہ میں مختلف انبیاء کرام نے اس کو اختیار کیا تھا جس کو قرآن مجید نے تمام آنے والے اصحاب دعوت کیلئے محفوظ کر دیا ہے۔ افسوس ہے کہ اس کے لیے استفسار کی زبان اختیار کی جاتی ہے، اس پر سوال وجواب ہوتا ہے، کیا اس کے لیے نسبت رسول کافی نہیں جس کا دل بے چین رہتا تھا اور تڑپتا تھا جس کو ایک ایک امتی کی تکلیف سے تکلیف اور اس کی اذیت سے اذیت ہوتی تھی، کیا ہم کو یہ خیال نہیں ہوتا کہ یہ آدم کی اولاد ہیں اور ہمارے بھائی ہیں یہ سب جہنم میں جائیں گے تکلیف کی بات نہیں اور پھر ہماری کوتاہی سے ہماری تساہلی سے

،صحیح تعارف نہ کروانے کی وجہ سے، کس قدر افسوس کی بات ہے کہ خود اسلام سے بیگانہ رہ کر دوسروں کو بھی اسلام سے دور رہنے کا ذریعہ بنے رہیں۔ حالاں کہ تڑپ جانا چاہئے کہ کون سی مایا ہے جو لٹی جا رہی اور کون سی دولت ہے جو چھنی جا رہی ہے، وہ دولت جو بانٹنے سے بڑھتی ہے، جو لگانے سے پھیلتی ہے خود اس سے آشنا ہوں اس کو ٹھکانے لگائیں اور دوسروں تک پہونچائیں، کیا عجب ہے کہ دوسروں تک پہنچانا دینی آشنائی کا ذریعہ بن جائے، جب اپنی دولت سے دوسرا فائدہ اٹھاتا ہے تو اس کی قدر ہوتی ہے۔

خوشی کی بات ہے برادر عزیز جناب مولوی مفتی محمد سرور فاروقی ندوی صاحب نے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی دعوت کے اسلوب کو سامنے رکھ کر طریقہ ءدعوت پیش کرنے کی کوشش کی ہے، تاکہ اس میدان میں کام کرنے والے اس سے روشنی حاصل کرسکیں۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے مصنف کے کام کو قبول فرمائے اور مزید توفیق عطا فرمائے۔ آمین

عبداللہ حسنی ندوی
۲۸/ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ
ندوۃ العلماء لکھنؤ

غیر مسلموں میں طریقۂ دعوت

اپنی بات

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين وخاتم النبيين محمد وعلى آله وصحبه أجمعين ومن دعا بدعوته الى يوم الدين. وبعد !

ہمارے ملک ہندوستان میں خصوصاً اور پورے عالم میں عموماً انسانیت جس سطح پر پہنچ چکی ہے اس کا نقشہ کھینچنا تو دشوار ہے، لیکن مختصراً یہ کہ جب انسان اپنے پیدا کرنے والے مالک حقیقی، جس نے اسے رحم مادر میں تخلیق دی اسے ہی فراموش کردے تو اس سے جس درجے کا بھی ظلم ہو کم ہے، لیکن ان تمام جرائم کی ذمہ دار اگر غور کریں تو مسلم قوم ہی ٹھہرائی جائے گی اس لیے کہ اس کے پاس اس مالک حقیقی کا دیا ہوا علم یعنی قرآن مجید موجود ہے جس میں انسانوں کی گھریلو زندگی سے لے کر معاشرتی، معاشیاتی اور سیاسی زندگی کا ہی نہیں بلکہ قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے مسائل کا حل موجود ہے، لیکن افسوس کہ نہ آج مسلمانوں نے اسے خود اپنایا اور نہ ہی دوسری قوموں کے سامنے اس کا تعارف کرایا۔

کچھ دنوں سے اس کا احساس تھا کہ ہم جس قوم کے درمیان زندگی گزار رہے ہیں کل قیامت کے میدان میں اگر سوال ہو گیا کہ تم ان کے درمیان میں تھے ان کی دوکانوں سے سودا خریدتے اور ہر طرح کے معاملات کرتے تھے لیکن تم نے کبھی انہیں جہنم سے بچانے کی کوئی کوشش کی تو اس وقت ہم کیا جواب دے سکیں گے۔

اِن سوالات نے ہندو مذہب کا تعارف اور ویدوں کے مطالعہ پر مجبور کیا تو اس میں کچھ ایسے مشترک کلمے سامنے آئے جن کے ذریعہ برادران وطن سے بات کرنا آسان ہو جاتا ہے اور مکمل دعوت قرآن وسنت کے مطابق ان کی ہندی اور سنسکرت زبان میں پیش

کرتے ہیں تو وہ متوجہ ہوتے ہیں اور سلیم الفطرت لوگ حقیقت پر مبنی چیزوں پر غور کر کے اسلام قبول کرتے ہی نہیں بلکہ دوسروں کے متوجہ کرانے کا ذریعہ بنتے ہیں اللہ پاک ہم سب کو تمام انسانوں کو جہنم سے نکالنے والوں میں شمار فرمائے۔

اب آخر میں ہم ان تمام حضرات کے شکر گزار ہیں، جنہوں نے اس کی پروف ریڈنگ میں، کمپوزنگ میں اور اشاعت میں حصہ لیا۔

اللہ پاک ان کو اجر عظیم عطا فرمائے اور قبول فرما کر اپنی رضامندی کا سبب بنائے۔ (آمین)

دعاؤں کا طالب

محمد سرور فاروقی ندوی
دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ
۸؍ذی قعدہ ۱۴۱۸ھ

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝۳۳ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ

(سورہ حم السجدہ، ۳۳۔۳۴)

ترجمہ۔ ’’اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو (لوگوں کو) اللہ کی طرف بلائے اور (خود بھی) نیک عمل کرے، اور کہے میں فرماں برداروں میں سے ہوں نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی، آپ نیک برتاؤ سے (بدی کو) ٹال دیا کیجئے‘‘

باب اوّل

فصل اوّل

دعوت و تبلیغ کی اہمیت

(فصل اول)

دعوت وتبلیغ کی اہمیت
قرآن کی روشنی میں

﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾ (حٰم السجدہ ۳۳،۳۴)

ترجمہ: ”اوراس سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو (لوگوں کو) اللہ کی طرف بلائے اور (خودبھی) نیک عمل کرے، اور کہے میں فرماں برداروں میں سے ہوں نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی، آپ نیک برتاؤ سے (بدی کو) ٹال دیا کیجئے“۔

یہ مومنین کی صفت ہے کہ وہ صرف اپنے ایمان وعمل پر قناعت نہیں کرتے بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی اس کی دعوت دیتے ہیں پھر اس دعوت سے اچھا کس کا قول ہوسکتا ہے جو لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے، یعنی انسان کے کلام میں سب سے افضل واحسن وہ کلام ہے جس میں دوسروں کو دعوت حق دی گئی ہو جس میں دعوت الی اللہ کی سبھی صورتیں داخل ہیں۔ زبان سے تحریر سے یا کسی اور عنوان سے، اس طرح اذان دینے والا بھی اس میں شامل ہے۔

دوسری آیت میں دعوت الی اللہ کی خدمت انجام دینے والوں کو خاص ہدایت دی گئی ہے کہ وہ برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیں، بلکہ صبر سے کام لیں کہ وہ لوگوں کی برائی کو

طریق احسن سے دفع کریں، وہ یہ کہ برائی کا بدلہ برائی سے نہ لینا اور معاف کردینا تو عمل حسن ہے اور احسن یہ ہے کہ جس نے تمہارے ساتھ برا سلوک کیا تم اس کو معاف کردو اور احسان کا برتاؤ کرو۔

مسلمانوں کی قومی اجتماعی فلاح

مسلمانوں کی قومی واجتماعی فلاح دو چیزوں پر موقوف ہے:

۱- پہلے ایمان وعمل صالح کے ذریعہ اپنی اصلاح۔

۲- دوسرے دعوت وتبلیغ کے ذریعہ دوسروں کی اصلاح جیسے سورۃ العصر میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

﴿اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ (العصر آیت ۳)

ترجمہ: ”مگر جو لوگ ایمان لائے، اور بھلے کام کیے، اور آپس میں تاکید کرتے رہے سچے دین کی، اور آپس میں تاکید کرتے رہے تحمل کی۔“

یعنی اپنی اصلاح کے ساتھ دوسرے بھائیوں کو احکام قرآن وسنت کے مطابق اچھے کاموں کی ہدایت اور برے کاموں سے روکنے کو ہر شخص اپنا فریضہ سمجھے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(سورہ آل عمران-۱۱۰)

ترجمہ: تم بہترین امت ہو، لوگوں کی رہنمائی کے لیے مبعوث کیے گئے ہو، معروف کا حکم کرتے ہو اور منکر سے روکتے ہو“۔

اس آیت میں پوری امت پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ عائد کیا گیا ہے، اور دوسری امتوں پر اس کی فضیلت کا سبب ہی اس خاص مقام کو بتلایا ہے، ساتھ ہی یہ بھی واضح کردیا ہے کہ امر بالمعروف وہی معتبر ہوگا جو ایمان باللہ کے ساتھ ہو، ایک حدیث

میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

"من رأى منكم منكرًا فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه فإن لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الإيمان"

"یعنی تم میں سے جو شخص کوئی گناہ ہوتے ہوئے دیکھے تو اس کو چاہئے کہ اپنے ہاتھ اور قوت سے اس کو روک دے، اور اگر یہ نہ کر سکے تو زبان سے روکے، اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو کم از کم دل میں اس فعل کو برا سمجھے اور یہ ادنیٰ درجہ کا ایمان ہے"۔

ہر فرد پر اس کی وسعت کے مطابق لازم ہے

ان آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے یہی ثابت ہوا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر امت کے ہر فرد پر اس کی وسعت کے مطابق لازم ہے۔

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾

(سورہ آل عمران آیت ۱۰۴)

ترجمہ: "اور تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے جو بلاتی رہے نیک کاموں کی طرف اور حکم کرتی رہے اچھے کاموں کا، اور منع کرے برائی سے"۔

یعنی اس کا مقصد اعلیٰ دعوت إلی الخیر ہوگا، خیر کی تشریح کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "الخیر هو اتباع القرآن وسنتي" یعنی خیر سے مراد قرآن اور میری سنت کا اتباع ہے۔ (ابن کثیر)

خیر کی اس سے زیادہ جامع اور بہتر تعریف نہیں ہو سکتی، پھر اس دعوت الی الخیر کے بھی دو درجے ہیں پہلا یہ کہ غیر مسلموں کو خیر یعنی اسلام کی طرف دعوت دینا ہے مسلمانوں کا ہر فرد عموماً اور یہ جماعت خصوصاً دنیا کی تمام قوموں کو خیر یعنی اسلام کی دعوت دے، زبان سے بھی اور عمل سے بھی۔ دعوت إلی الخیر کا دوسرا درجہ خود مسلمانوں کو دعوت خیر دینا ہے، کہ

تمام مسلمان علی العموم اور ایک جماعت بالخصوص مسلمانوں کے درمیان تبلیغ کرے اور فریضہ دعوت إلی الخیر انجام دے۔

معروف

معروف میں وہ تمام نیکیاں اور بھلائیاں داخل ہیں جن کا اسلام نے حکم دیا اور ہر نبی نے ہر زمانے میں اس کی ترویج کی کوشش کی، اور چونکہ یہ خیر جانے پہچانے ہوتے ہیں اس لئے معروف کہلاتے ہیں، اس طرح منکر میں وہ تمام برائیاں اور مفاسد داخل ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ناجائز قرار دیا گیا ہے۔

منکر

سب سے بڑا منکر یہ ہے کہ انسان اپنے پیدا کرنے والے کو بھلا کر زندگی گزارے اور سب سے بڑا خیر یہ ہے کہ انسان کو اس مالک کی پہچان کرادی جائے۔ کتنے انسان ہیں جو اپنے مالک حقیقی سے ناواقف ہیں۔

اسی لیے ہمارا سب سے پہلا کام یہ ہونا چاہئے کہ انسانوں کا اس کے مالک حقیقی سے رشتہ قائم کر دیا جائے اس کے بعد اس کی طرف سے آئی ہوئی شریعت سے اسے واقف کرادیا جائے۔

بیماری کی جڑ

اگر آج امت مسلمہ اپنا مقصد دیگر اقوام کو خیر کی طرف دعوت دینا بنالے تو وہ سب بیماریاں ختم ہو جائیں جو دوسری قوموں کی نقالی سے ہمارے اندر سرایت کر گئی ہیں کیوں کہ جب کوئی قوم اس عظیم مقصد (دعوت إلی الخیر) پر مجتمع ہو جائے اور یہ سمجھ لے کہ علمی واخلاقی اعتبار سے اقوام کی تربیت ہمارے ذمہ ہے تو اس کی آپسی نااتفاقیاں بھی اکثر ختم

ہو جائیں گی اور پوری قوم ایک عظیم مقصد کے حصول کے لئے لگ جائے گی جس سے انسانی دنیا میں بہار آجائے گی اور پورا عالم امن وسلامتی کا گہوارہ بن جائے گا۔

غیر مسلموں میں دعوت کی ضرورت

﴿وَمَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ﴾

(شوریٰ ۳۰)

ترجمہ: ’’اورتم کو (اے گنہگارو) جومصیبت پہونچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں سے پہونچتی ہےاور بہت سی تو درگزر ہی کر دیتا ہے‘‘۔

ہمارے ملک کے موجودہ حالات (خاص طور سے بابری مسجد کی شہادت) نے تو دل ودماغ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے کہ آخر ہم کس دھرتی پر پیدا ہوگئے اوراس دھرتی کے کس جنگل میں پھنس گئے۔

واقعہ یہ ہے کہ اس جنگل کا تخم تو ہمارے ہی ہاتھوں ڈالا گیا تھا۔اس لیے کہ جب کبھی کسی جگہ کو بھیانک ویران جنگل میں تبدیل کرنا ہوتو اس پر کی جانے والی منظّم کوششوں کو ترک کرنے ہی سے وہی زمین بھیانک جنگل کا روپ اختیار کر لیتی ہے، چودہ سوسال قبل کی تاریخ پرغور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ پورا عالم اورخصوصاً ہمارے ملک میں کیا وہی حالت نہیں ہوگئی ہے جو محمد عربی ﷺ کی بعثت سے قبل تھی۔

لیکن آپ ﷺ نے آنے کے بعد جوتعمیری کام اورمنظّم انسانی زندگی کی نشو ونما (دعوت إلی اللہ) کا فریضہ انجام دیا،تو وہی جنگل جوکل تک درندوں، بھیڑیوں اورزہریلے سانپوں کی آماجگاہ تھی وہی آج ایک امن وسلامتی کا گہوارہ بن گیا، جس میں رنگ برنگ کے پھول وجود میں آئے تھے۔جنہیں پورے عالم میں پھیلا کر پورے عالم کومعطر کر دیا تھا۔

لیکن آج پھر ہم اس عظیم الشان نعمت (دعوت وتبلیغ) کو بھلا بیٹھے ہیں ورنہ ہمارے پاس کیا نہیں تھا؟ ذرا تاریخ کے اوراق کو الٹئے تو معلوم ہوگا کہ فاتح ہند محمد بن قاسم (۷۱۲ء تا ۱۷۰۷ء) سے اورنگ زیبؒ تک مسلمانوں کے اقبال کا ستارہ کس طرح عروج پر تھا کہ ہر جگہ ہماری مسجدیں، مشرق ومغرب میں ہمارے چرچے، عرب وعجم، سندھ وبنگال میں ہمارے ہی نغمے، ہمارا ملک اور ہماری زبانیں ہم جیسے چاہتے کھیتی کر سکتے تھے، اگر ہم چاہتے تو اس ملک کو اسلام کا ایک گلدستہ بنا سکتے تھے۔

ہم نے کتنے انسانوں پر ظلم کیا

لیکن افسوس! ہم نے اس عظیم الشان کام کے لیے ذرہ برابر سعی نہیں کی جس عظیم الشان کام کیلئے اللہ کی طرف سے بھیجے گئے تھے اور وہ عظیم الشان حکومتیں اور سلطنتیں ملی تھیں، جس کے ذریعہ ہم کروڑوں اور اربوں لوگوں کو اس اٹھتے ہوئے الحادی طوفان سے توحید کی کشتی پر لیکر کروڑوں کی زندگیاں جو آگ سے بھرے ہوئے انگاروں کی طرف لپک رہی ہیں، ان کو جنت کی راہ دکھا سکتے تھے۔ہم نے توحید کے تحفے اور پیام رسالت کی شمع کو نہ جلا کر کتنے انسانوں پر ظلم کیا اور کیسے کیسے مواقع ترک کئے جب کہ اس ملک کے اجسام پر ہی نہیں، دلوں پر حکومت کی تھی کئی سو سال کی فرصت اللہ تعالی نے ہمیں اس پیام کو عام کرنے کو دی تھی لیکن ....

کتنی مہلت ملی تھی کہ اگر ہم دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیتے تو سارا ہند ہی نہیں بلکہ دوسرے ممالک بھی ایک ہی رہبر کے دامن میں پناہ لیتے ،لیکن جب ہم نے اپنے منصب سے روگردانی اختیار کی تو اللہ تعالی نے ہمیں ذلیل ورسوا کرکے دکھا دیا کہ مسلمان خود اپنے ہی وطن سے بیگانے بنا دیئے گئے۔

بالآخر عذاب آہی گیا حکومتیں الٹ دی گئیں، تخت وتاج، مال ومتاع، لوٹ لیا

گیا، سلطنتیں چھین لی گئیں اور ساری نعمتیں اغیار کے ہاتھوں میں چلی گئیں اور وہ دن بھی آ گیا کہ مسلمانوں ہی کے پاک خون سے ہولی کھیلی جانے لگی ، بھیڑیا ودرندہ صفت انسانوں کے ذریعہ معصوم و بے گناہ لوگوں کی عزتوں اوعصمتوں کو پامال کرنا شروع کر دیا گیا ۔بستیاں وشہر راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر دیے گئے ، یہاں تک کہ ہماری عبادت گاہیں بھی محفوظ نہ رہیں۔

گزشتہ پچاس برسوں کے فسادات سے جو انتشار کی کیفیت ہوئی اور مذہبی وسیاسی قیادت کا فقدان ہوا، یہ وہ حقیقتیں ہیں جو ہماری بقاوسلامتی اور مذہبی تشخص کے لیے قابل توجہ پہلو ہیں۔

دعوت وتبلیغ کا عزم

لیکن دوسری طرف جب ہم دعوت وتبلیغ کے عزم کولیکر اٹھتے ہیں تو ہمیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ’’نہیں‘‘ اب پھر اپنی ان پرانی کھوئی امانتوں کے ساتھ اپنے پرانے آبائی رشتے (حضرت آدم علیہ السلام ونوح علیہ السلام) کے ذریعہ ہم پھر سے ایک خاندان اور ایک کنبے میں جمع ہوکر سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنا متبوع ورہبر مان کر ایک اللہ کی رحمت کے سایہ میں اپنی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔

لیکن آپ ﷺ کی سنت (دعوت وتبلیغ) کو اپنانے کے لیے ہمیں اپنی کوتاہیوں پر کف افسوس یاماتم کرنے کے بجائے اپنی ہمتوں کو بلند کر کے اور نئے عزم وحوصلے کے ساتھ توحید ورسالت کے ذریعہ کفر والحاد اور باطل طاقتوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے کمر بستہ ہو جانا ہوگا۔

تو آیئے اپنے ہم وطن غیر مسلموں کے لیے پیام رسالت ،عقیدہ توحید اور اسلامی مساوات واخوت کی تعلیم کو منظّم کر کے محبت کے گلدستے میں سجا کر پیش کریں اور ہزار سالہ کو

تاہیوں کا کفارہ ادا کریں۔

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ (آل عمران: ۱۱۰)

ترجمہ: تم لوگ بہترین جماعت ہو کہ وہ جماعت جولوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہو۔تم لوگ نیک کاموں کو بتلاتے ہواور بری باتوں سے روکتے ہواور اللہ تعالی پر ایمان رکھتے ہو۔کا حقیقی مصداق بنیں جس کی ترجمانی اس شعر سے ہوتی ہے۔

شہادت ہے مطلوب ومقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

فصل دوم

دعوت وتبلیغ کے اصول وآداب

دعوت وتبلیغ جو شعائرِ انبیاء ہے جسے اللہ رب العالمین نے ختم الرسل سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ تمام اصول وضوابط اس طرح مرتب فرما دیئے کہ داعی ان حدود میں رہتے ہوئے اپنی دعوت کو لوگوں تک بہت آسانی سے منتقل کرسکتا ہے۔ لیکن ان حالات وکیفیات کے سمجھنے کی ذمہ داری خود داعی پر رکھی ہے۔

دعوت کے لفظی معنی ہیں بلانے کے۔ انبیاء علیہم السلام کا پہلا فرض منصبی لوگوں کو اللہ کی طرف بلانا ہے ۔ پھر تمام تعلیمات نبوت ورسالت اس دعوت کی تشریحات ہیں ،قرآن میں رسول اللہ کی خاص تعلیمات نبوت ورسالت اس دعوت کی تشریحات ہیں ۔ قرآن میں رسول اللہ ﷺ کی خاص صفت داعی اِلی اللہ ہونا، اس طرح بتایا گیا ہے۔

﴿ وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ﴾ (الاحزاب: ۴۶)

﴿ يَا قَوْمَنَا أَجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ ﴾ (احقاف: ۱)

اس لئے امت پر بھی آپ ﷺ کے نقش قدم پر دعوت اِلی اللہ کو فرض کیا گیا ہے۔

دعوت اِلی اللہ یہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ متبعین کا راستہ ہے، جیسا کہ ارشادِ ربّانی ہے قُلْ هَٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ ۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي ۖ وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ (سورہ یوسف: ۱۰۸)

("اے محمد ﷺ) آپ ان سے کہہ دیں یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، پوری بصیرت سے، میں بھی اور میرے ساتھی بھی اور اللہ پاک ہے، اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں"۔

انبیاء کا مشن

دعوت اِلی اللہ ہی تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کے متبعین کا لوگوں کو تاریکی سے روشنی، کفر سے ایمان، شرک سے توحید، اور دوزخ سے جنت کی طرف لانے کا مشن ہے، یہ کام چند اصولوں پر محیط اور قائم ہے، جب ان میں سے ایک بھی اگر نہ پایا جائے تو دعوت صحیح اور ثمر آور نہیں ہوگی، چاہے اس پر کتنی ہی محنت کی جائے، اور کتنا ہی وقت لگایا جائے، جیسا کہ دورِ حاضر کی ان بے شمار دعوتوں اور تحریکوں میں دیکھا جا رہا ہے، جو ان اصولوں پر قائم نہیں ہیں، وہ اصول جن پر صحیح دعوت قائم ہوتی ہے کتاب وسنت کی روشنی میں مختصراً یہ ہیں:

تمام عبادتوں کو اللہ کے لئے خالص کرنا

اس طرح کہ سب سے پہلے اصلاحِ عقیدہ اور تمام عبادتوں کو اللہ کے لئے خالص کرنے کی دعوت دی جائے شرک سے روکا جائے، پھر نماز قائم کرنے زکوٰۃ دینے اور واجبات کو بجالانے اور حرام چیزوں کو چھوڑنے کا حکم دیا جائے، یہی تمام پیغمبروں کا طریقۂ کار رہا ہے، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ﴾

(سورہ نحل۔۳۶)

"ہم نے ہر قوم میں ایک رسول بھیجا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور طاغوت سے بچیں"۔ ارشاد ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ

(سورہ الأنبیاء:۲۵)

"ہم نے جس پیغمبر کو بھی بھیجا مگر اس کی جانب وحی کی کہ بے شک نہیں ہے کوئی معبود برحق سوائے میرے اس لئے تم میری ہی عبادت کرو"۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو نصیحت

وعن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قَالَ بَعَثَنِی رسول اللہ صلی اللہ وسلم فقال تَأتِي قَومًا مِنْ أهلِ الكِتَا بِ، فَادعُهُمْ اِلیٰ شَهَادَةِ أن لا اِلٰهَ اِلّا اللہ وأنّی رسُولُ اللہِ فاِذاهُمْ أطاعوا لذالک، فأعْلِمْهُمْ، أنَّ قَدْ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمسَ صَلَواتِ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ (متفق علیہ)

جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ کیا تو انہیں فرمایا:

"تم ایسی قوم کی جانب جارہے ہو جو اہل کتاب میں سے ہیں، تمہیں چاہئے کہ تم انہیں سب سے پہلے اس بات کی گواہی دینے کی دعوت دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں، اگر انہوں نے تمہاری یہ بات مان لی تو انہیں بتاؤ کہ اللہ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ (متفق علیہ)

اور دعوت کے معاملہ میں رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ سب سے بہتر نمونہ اور کامل منہج ہے۔ آپ ﷺ مکہ میں تیرہ سال تک لوگوں کو توحید کی دعوت دیتے اور شرک سے روکتے رہے، اس سے پہلے کہ آپ انہیں نماز، زکوٰۃ، روزہ، اور حج کا حکم دیں اور انہیں سود خوری، زنا کاری، چوری اور ناحق سے روکیں۔

دعوتِ اِلی اللہ

جس کی جانب دعوت دی جارہی ہو اس کا علم ہونا ضروری ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣعَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ (سورہ یوسف۔۱۰۸)

"آپ کہہ دیں یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، پوری بصیرت سے، میں بھی اور میرے متبعین بھی"۔

وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ ۭ (سورہ نحل:۱۲۵)

"اور ان کے ساتھ اس طریقہ سے مناظرہ کیجئے جو اچھا ہو"۔

اخلاص

دعوت کا کام صرف اللہ کی لئے کیا جائے۔ اس کے ذریعے شہرت، ریا کاری، عہدے، صدارت اور دنیا کی لالچ میں سے کسی چیز کا ارادہ نہ کیا جائے، کیونکہ ان مقاصد میں سے کوئی ایک مقصد بھی اس میں داخل ہوگیا تو وہ دعوت اِلی اللہ نہیں، بلکہ وہ نفسانی اور مقصود لالچ کی دعوت ہوگی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ کے متعلق خبر دی ہے جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ

لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْراً " میں اس (دعوت) پر تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگتا" **لَااَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالاً** "میں تم سے اس پر کوئی مال نہیں مانگتا"۔

عمل

داعی جس کی طرف دعوت دے اس پر سب سے پہلے خود عمل کرے تاکہ وہ

دوسروں کے لئے اچھا نمونہ بنے اور اس کا عمل اس کی دعوت کی تصدیق کرے، تا کہ باطل پرستوں کے لئے اس پر کوئی دلیل نہ ہو، اللہ تعالیٰ حضرت شعیب علیہ السلام کے تعلق سے ارشاد فرماتے ہیں جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا:

﴿وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰكُمْ عَنْهُ ۭ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۭ﴾ (سورہ ھود:۸۸)

(اور یہ نہیں ہوسکتا کہ) ''جن باتوں سے میں تمہیں روکتا ہوں انہیں خود کرنے لگوں، میں تو اپنی بساط بھر اصلاح ہی کرنا چاہتا ہوں'' اور اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ سے فرمارہے ہیں کہ

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ (سورہ انعام۔۱۶۲،۱۶۳)

''کہد یں! میری نماز اور میری ساری عبادتیں اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لئے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے اور میں ماننے والوں میں سب سے پہلا ہوں'' نیز فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾
(سورہ حٰم السجدہ۔۳۳)

''اور اس سے اچھی کس کی بات ہوگی جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے''۔

دعوتِ الٰی اللہ کے راستے میں صبر

دعوت کا میدان گلابوں سے بچھا ہوا نہیں ہے، بلکہ وہ مصائب اور خطرات سے پُر ہے اس معاملہ میں سب سے بہترین نمونہ انبیاء علیھم السلام کی ذاتیں ہیں اس راہ میں انہوں نے اپنی قوموں سے مصیبتیں اور مذاق اڑانا پایا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ سے

فرمایا ہے:

﴿وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ (سورہ انعام:۱۰)

''آپ سے پہلے بہت سے پیغمبروں کا مذاق اڑایا گیا، جن لوگوں نے ان کا مذاق اڑایا تھا انہیں اس عذاب نے گھیرا جس کا وہ مذاق اڑا رہے تھے''، فرمانِ باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰي مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓي اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا﴾ (سورہ انعام: ۳۴)

''آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر جھٹلائے گئے انہوں نے اس تکذیب پر صبر کیا اور انہیں تکالیف پہنچائی گئیں، یہاں تک کہ انکے پاس ہماری مدد آئی''۔

اور اسی طرح انکے متبعین بھی جس قدر دعوتِ الٰی اللہ میں جانفشانی سے کام لیں گے تو انہیں بھی ایسی ہی تکلیفیں اٹھانی پڑیں گی، جیسا کہ ان معزز ومحترم انبیاء کرامؑ کو اٹھانی پڑیں۔

اخلاقِ حسنہ:

داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اچھے اخلاق سے متصف ہو، اور اپنی دعوت میں حکمت استعمال کرے، کیونکہ یہ اس کی دعوت کو قبول کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دو معزز پیغمبر حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کو اس شخص کے مقابلہ میں پیش کرنے کا حکم دیا جو روئے زمین پر اس وقت کا سب سے بڑا کافر اور اپنی خدائی کا دعویدار تھا فرمانِ الٰہی ہے۔

﴿فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى﴾ (سورہ طٰہٰ:۴۴)

''اسے نرمی سے سمجھاؤ شائد کہ وہ سمجھ لے یا ڈر جائے''۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:

اِذۡهَبۡ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ اِنَّهٗ طَغٰی فَقُلۡ هَلۡ لَّكَ اِلٰۤی اَنۡ تَزَكّٰی وَاَهۡدِيَكَ اِلٰی رَبِّكَ فَتَخۡشٰی

(سورہ النازعات: ۱۷،۱۸،۱۹)

''آپ فرعون کے پاس جائیں اس نے سرکشی کر رکھی ہے، اور اس سے کہیں کہ کیا تو اپنی درستگی اور اصلاح چاہتا ہے؟ اور میں تیرے رب کی طرف تیری رہنمائی کرتا ہوں، تاکہ تیرے اندر اس کا خوف پیدا ہو، اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی محمد ﷺ کے متعلق فرمایا:

﴿ فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنۡتَ لَهُمۡ ۚ وَلَوۡ كُنۡتَ فَظًّا غَلِيۡظَ الۡقَلۡبِ لَانۡفَضُّوۡا مِنۡ حَوۡلِكَ ﴾ (سورہ آل عمران: ۱۵۹)

یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ تم ان کے لئے نرم دل واقع ہوئے ہو، اگر تم تندخو سخت دل ہوتے تو یہ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہ) تمہارے پاس سے چھٹ گئے ہوتے اور فرمایا:

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡم (آپ ﷺ عظیم اخلاق پر فائز ہیں۔)

پھر فرمانِ الٰہی ہے وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِيۡ هِيَ اَحۡسَنُ آپ ﷺ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت سے بلایئے اور ان سے مناظرہ کیجئے اس ڈھنگ سے جو اچھا ہو۔

قوی امید

داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ مضبوط امید کا مالک ہو، اپنی دعوت کی تاثیر اور اپنی قوم کی ہدایت سے مایوس نہ ہو اور نہ ہی اللہ کی مدد اور اسکی تائید سے آس توڑ لے، اگرچہ کتنا ہی لمبا عرصہ لگے، اس کے لئے انبیاءؑ کی زندگیاں بہترین نمونہ ہیں، حضرت نوحؑ ساڑھے نو سو سال تک اللہ کی طرف بلاتے رہے، اور ہمارے رسول ﷺ پر جب کفار کی سختیاں زیادہ ہوگئیں اور طائف میں تو کوئی انتہا نہ رہی تو ملک الجبال (پہاڑوں پر متعین فرشتہ) آپ ﷺ کی خدمت میں آکر اجازت طلب کرتا ہے کہ وہ ان کفار کو دونوں پہاڑوں

کے درمیان کچل دے، لیکن آپ ﷺ نے فرمایا:

لا بل استأني بهم، لعل الله يخرج من اصلابهم من يعبد الله وحده لايشرك به شيئا۔

نہیں بلکہ میں انکے لئے مہلت کا خواستگار ہوں، شائد اللہ تعالیٰ ان سے ایسی نسل کو پیدا کرے جو ایک اللہ کی عبادت کرے، اور اسکے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائے۔

جب بھی داعی اس صفت کو بھول جائے گا، وہ شروع راہ میں ہی ٹھہر جائیگا، اور اپنے کام میں ناکامی سے دوچار ہوگا، جو بھی دعوت ان بنیادوں پر استوار نہیں ہوگی یا اس کا منہج پیغمبروں کے منہج سے جدا ہوگا تو وہ عنقریب ناکام ہو جائیگی، کمزور پڑ جائیگی، اور اسکی کوششیں بیکار کی تھکاوٹ ہونگی کیونکہ دعوت کے اہم شروط میں سے ایک شرط یہ ہے، جیسا کہ فرمانِ باری ہے:

﴿ قُلۡ هٰذِهٖ سَبِيۡلِيۡۤ اَدۡعُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ ؔ عَلٰى بَصِيۡرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيۡ ؕ وَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ وَمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴾ (سورہ یوسف: ۱۰۸)

(تم کہدو) یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف بلا رہا ہوں، بصیرت سے میں بھی اور متبعین بھی، اللہ پاک ہے، مشرکین سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔

سورہ آل عمران میں ارشاد ہے:

﴿ وَلۡتَكُنۡ مِّنۡكُمۡ اُمَّةٌ يَّدۡعُوۡنَ اِلَى الۡخَيۡرِ وَيَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ ؕ ﴾ (آل عمران: ۱۰۴)

''تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو لوگوں کو خیر کی طرف بلائے اور نیک کاموں کا حکم کرے اور برے کاموں سے روکے''۔

جسے اللہ رب العالمین نے ان الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے :

﴿ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ﴾ (النحل:۱۲۵)

ترجمہ: ’’آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ بلائیے اوران کے ساتھ اچھے طریقے سے بحث کیجئے‘‘۔

دعوت میں چند اہم باتوں کالحاظ

اُوپر کی آیات میں داعی کو چند باتوں کالحاظ رکھتے ہوئے دعوت دینے کا حکم ہے۔

پہلی بات

۱۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے خاص صفت رب اور پھر نبی کریمؐ کی طرف سے اضافت میں اشارہ ہے کہ دعوت کا کام صفت ربوبیت اور تربیت سے تعلق رکھتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کی تربیت فرمائی۔ آپ ﷺ کو بھی اسی تربیت کے انداز سے دعوت دینا چاہئے جس میں مخاطب کے حالات کی رعایت کرکے وہ طرز اختیار کیا جائے کہ مخاطب پر بار نہ ہو۔ اوراس کی تاثیر زیادہ سے زیادہ ہو۔ خود لفظ دعوت بھی اس مفہوم کوادا کرتا ہے کہ پیغمبر اسلام کا کام صرف اللہ تعالیٰ کے احکام پہونچا دینا اور سنا دینا ہی نہیں بلکہ لوگوں کوان کی تعمیل پر کھڑا کرنا ہے۔ اورظاہر ہے کہ کسی کودعوت دینے والا اس کے ساتھ ایسا خطاب نہیں کیا کرتا جس سے مخاطب کو وحشت ونفرت ہو یا جس میں اس کے ساتھ استہزاء وتمسخر کیا گیا ہو۔

دوسری بات

دعوت میں حکمت کی تعلیم ہے ۔حکمت کا لفظ قرآن کریم میں کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ یہاں پر بعض نے قرآن مجید بعض نے قرآن وسنت اور حجت قطعیہ کوقرار

دیا ہے۔ اورروح المعانی میں بحوالہ بحرالمحیط حکمت کی تفسیر یہ ہے:

’’انما الکلام الصواب الواقع من النفس اجمل موقع‘‘(روح المعانی)

روح البیان میں بھی کہا گیا ہے کہ حکمت سے مراد وہ بصیرت ہے جس کے ذریعہ انسان مقتضیات احوال کو معلوم کرکے اس کے مناسب کلام کرے۔ وقت اور موقع ایسا تلاش کرے کہ مخاطب پر بار نہ ہونرمی کی جگہ نرمی اور سختی کی جگہ سختی اختیار کرے۔ جہاں یہ سمجھے کہ صراحتاً کہنے میں مخاطب کوشرمندگی ہوگی وہاں اشارے سے کلام کرے یا ایسا عنوان اختیار کرے کہ مخاطب کوشرمندگی نہ ہواور نہ ہی اس کے دل میں اپنے خیال پر جمنے کی ضد پیدا ہو۔

تیسری بات

موعظہ اور وعظ جس کے لغوی معنی کسی خیر خواہی کی بات کواس طرح کہا جائے کہ اس مخاطب کا دل قبولیت کے لیے نرم ہو جائے۔ مثلاً ترغیب وترہیب سے کام لیا جائے اور اس کے قبولیت کے فوائد اور عدم قبولیت کے مفاسد کا ذکر ہو۔

چوتھی بات

اس آیت میں یہ فرمائی گئی ’’جادل‘‘ یعنی بحث ومناظرہ کہ اگر دعوت میں کہیں بحث ومناظرہ کی ضرورت پیش آجائے تو وہ مباحثہ بھی اچھی طرح ہونا چاہئے۔ روح المعانی میں ہے کہ اچھے طریقہ سے مراد گفتگو میں لطف اورنرمی اختیار کی جائے اور دلائل ایسے پیش کیے جائیں جسے مخاطب آسانی سے سمجھ سکے۔ دلیل میں وہ مقدمات پیش کئے جائیں جو مشہور ومعروف ہوں تا کہ مخاطب کے شکوک دور ہوں اور وہ ہٹ دھرمی کے راستے پر نہ پڑ جائے۔ احسان فی المجادلہ صرف مسلمانوں کے ساتھ مخصوص نہیں۔ اہل کتاب کے بارے میں تو خصوصیت کے ساتھ قرآن کا ارشاد ہے :

﴿ وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ﴾ (سورہ العنکبوت: ۴۶)

دوسری آیت میں حضرت موسیٰ وہارونؑ کو ﴿ **فقولا لہ قولا لینا** ﴾ کی ہدایت دے کر یہ بھی بتلا دیا کہ فرعون جیسے سرکش کافر کے ساتھ بھی یہی معاملہ کرنا۔

اوپر کے مضمون میں صاحبِ روح المعانی نے ذکر کیا ہے کہ مجادلہ فی العلم دراصل دعوت اِلی اللہ کا رکن یا شرط نہیں بلکہ طریق دعوت میں پیش آنے والے معاملات کے متعلق ایک ہدایت ہے۔

دوسری بات ان آیات کے ذریعہ مخاطبین کی تین قسمیں بھی تقریباً متعین ہو جاتی ہیں۔ ایک ''دعوت بالحکمۃ'' اہل علم کے لئے دوسرے ''دعوت بالموعظہ'' عوام کے لئے اور تیسرے مجادلہ ان لوگوں کے لئے جن کے دلوں میں شکوک وشبہات ہوں یا عناد وہٹ دھرمی کے سبب بات ماننے سے منکر ہوں۔

اس طرح دعوت وتبلیغ جو اس امت محمدیہ کا خاص امتیاز ہے۔ اس کے انداز گفتگوں کے بعد میں سب سے پہلے مشفق ومربی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے جملوں کو نقل کرنا بہتر سمجھتا ہوں۔ جس کو حضرت مولانا مرحوم اکثر وبیشتر فرمایا کرتے تھے۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے دعوت کے اصولوں کو قانون وضابطہ کی زبان میں بیان نہیں کیا اور ایسا نہ کرنا قرین مصلحت اور مقتضائے حکمت تھا۔ دعوت وتبلیغ کا انداز ماحول اور گردوپیش کے حالات مخاطبین کے طبائع اور دین کے مصالح کے مطابق متعین ہوتا ہے چونکہ دعوت کو مختلف صورت حال کا سامنا کرنا ہوتا ہے اور صورت حال ہمیشہ بدلتی رہتی ہے اس لئے دعوت کے کام میں ''حاضر کلامی'' اور ''حاضر دماغی'' دونوں کی ضرورت ہے۔ مزید یہ کہ دعوت پیش کرنے والوں کو انسانی نفسیات سے گہری واقفیت اور اس کی دکھتی رگوں اور

سوسائٹی کے کمزور پہلوؤں پر انگلی رکھ کر بتانا ہوتا ہے۔ اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مبلغ کو یہ بات کرنی چاہئے یہ نہیں کرنی چاہئے اور یہ کام کرنا چاہئے اور یہ نہیں کرنا چاہئے۔ اس کو ایسا اسلوب اختیار کرنا چاہئے اور لوگوں کے سامنے دعوت کو اس طرح پیش کرنا چاہئے۔ اور اس کے صرف یہی حدود وضوابط ہیں، کیونکہ ہر بدلتے ہوئے معاشرے اور تبدیل شدہ صورت حال سے اس کو نمٹنا ہوتا ہے۔ اگر اس کو قوانین اور ضوابط میں جکڑ دیا جائے تو وہی حال ہوگا جو ایک صاحب کو اپنے ملازم کے ساتھ پیش آیا تھا۔

ایک لطیفہ میں ہے کہ کسی صاحب نے ایک ملازم رکھا، ملازم ضرورت سے زیادہ ''قانونی'' واقع ہوا، اس نے مطالبہ کیا کہ مجھے میرے فرائض نوٹ کرا دیجئے۔ چنانچہ ایک فہرست تیار ہوئی کہ فلاں وقت بازار سے سودا لانا ہے، فلاں وقت گھر صاف کرنا ہے، فلاں وقت یہ کام کرنا ہے فلاں وقت وہ کام کرنا ہے۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ایک بار وہ صاحب جنہوں نے ملازم رکھا تھا گھوڑے پر سوار تھے وہ اس پر سے اترنا چاہ رہے تھے کہ پاؤں رکاب میں پھنس گیا اور ان کی جان پر آ گئی اب گھوڑا بھاگ رہا ہے اور یہ گھسٹتے ہوئے جا رہے ہیں، اسی حال میں ملازم پر نظر پڑی چیخ کر آواز دی کہ جلدی آؤ اور میری جان بچاؤ ملازم نے کہا ذرا ٹھہرئیے میں اپنی فہرست میں دیکھ لوں کہ آیا یہ خدمت بھی میرے فرائض میں ہے یا نہیں، اس وقت جبکہ آقا کی جان جا رہی ہے اور وہ موت وحیات کی کش مکش میں ہے ملازم نے اپنے اصول وضوابط پر عمل کیا اور آقا اسی ضابطہ پرستی کی نذر ہو گئے اور ملازم ان کے کچھ کام نہ آیا۔''

اُوپر کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دعوت کا کوئی خاص ایک ہی اسلوب نہیں ہوسکتا جس کو چند جملوں میں مرتب کر دیا جائے۔ بلکہ دعوت پیش کرتے وقت اللہ تعالیٰ خود ہی رہنمائی فرماتا ہے۔ اس کے کچھ مکانی وزمانی حدود ضرور ہیں لیکن یہ بھی انتہائی وسیع

اس لیے داعی کو کبھی طرز یوسفی اپنانا ہوتا ہے تو کبھی طرز ابراہیمی تو کبھی اسلوب موسوی جس کا سیرت محمدی ﷺ خلاصہ ہے۔ اللہ تعالی بندوں سے ارشاد فرماتا ہے:

اوصاف داعی

﴿ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾
(حم سجدہ: ۳۳)

’’اور اس سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو (لوگوں کو) خدا کی طرف بلائے اور (خود بھی) نیک عمل کرے اور کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں‘‘۔

اُوپر کی آیت میں اللہ تعالی نے داعیوں کی فضیلت اور ان کی صفات کی طرف متوجہ فرمایا ہے، جو دعوت کا لازمی جز ہے کہ اگر ہم دل سے کسی بات کی تصدیق نہیں کرتے اور زبان سے خوب کہتے ہیں تو اس کے اثرات بھی ویسے ہی مرتب ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ جب ہمارے دل و دماغ کی گہرائی تک کوئی بات نہیں اترتی تو اس پر عمل بھی نہیں ہوتا اس لئے کہ دل و دماغ میں اترنے والی بات کا اظہار عمل سے ہوتا ہے۔

اس لئے محمد عربی ﷺ کے جاں نثاروں اور ان کے نام لیواؤں اور اپنے آپ کو محمد عربی ﷺ کی فوج کے سپاہی کہلانے والوں کو توحید و رسالت کے ہتھیاروں سے لیس ہوکر طاغوتی طاقتوں کے پنجوں کو موڑنے کے لئے محبت و ہمدردی کے جام میں خالص، صاف وشفاف توحید کی شراب میں رسالت کی مٹھاس اور اخلاص کی خوشبو گھول کر معاشرت کے پاکیزہ ماحول کے ذریعہ کوشش کرنی ہوگی۔ جس سے محمد عربیؐ کی پاک ومقدس روح کو مسرت اور اللہ رب العالمین کو راضی کر کے ہم جام کوثر حاصل کرتے ہوئے جنت الفردوس کی منزلیں طے کرسکیں گے۔ شاعر نے اپنی زبان سے اس مقصد کو کیا ہی خوب کہا ہے:

ہستی کو مٹا گر چاہتا ہے ایوان جہاں میں نام چلے

غیر مسلموں میں طریقۂ دعوت

تو خاک میں مل اور آگ میں جل　　جب خشت بنے تب کام چلے

ضرورت ہے غیرت مندوں کی

اس لئے ضرورت ہے ایسے غیرت مندوں کی اور محبان انبیاء کی اور پرعزم اور پر حوصلہ نوجوانوں کی جن کا زمانہ صدیوں سے منتظر ہے۔ وہ نوجوان جو اپنی جانوں کو ہتھیلیوں پر رکھ کر ایسے بھیانک جنگل میں، جسمیں حسد ونفرت اور بغض وعداوت کی مسموم آندھیاں چل رہی ہیں جو انسانیت کے چراغ کو گل کرنے پر تلی ہوئی ہیں۔ ایسے خوفناک جنگل میں جس میں انسان نما درندے، اور آدم زاد کو پھاڑ کھانے والے جانور سانس لے رہے ہیں۔ قدم قدم پر رہزن وقاتل معصوم انسانیت ادھر سے گزرے اور وہ اپنے زہر میں بجھے ہوئے تیروں اور دھاردار خنجروں کو اس کے سینے میں اتار کر دم لیں۔

تعصب وفرقہ پرستی کے کانٹوں سے بھری جھاڑ دار جھاڑیوں سے بچتے ہوئے توحید ورسالت، آخرت اور پیام انسانیت ورحمت کے روشن چراغوں کو لیکر اس خوفناک اور بھیانک ترین جنگل میں محبت و بھائی چارگی کے بجھے ہوئے چراغوں کو روشن اور منور کردیں اور کلمہ ’’لا الہ الا اللہ‘‘ کے شیریں نغموں سے اس خاموش اور پرسکون جنگل کی فضاؤں کو معمور وسرفراز کردیں اور اس کی مسموم فضاؤں کو رسالت کی خوشبو سے بدل دیں۔

اور اس حسین منظر کو قائم کرنے میں کوئی روڑا یا رکاوٹ آئے تو اس کو عافیت سے دور کرتے ہوئے حق کے پرچم کو لہرادیں ورنہ ڈر ہے کہ کہیں قرآن پاک کی اس آیت کا مصداق نہ ہوجائیں۔

﴿ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ﴾ (سورہ محمد: ۳۸)

ترجمہ: اور اگر تم لوگ روگردانی کرتے رہو گے تو اللہ تعالی تمہاری جگہ دوسرے قوم پیدا کرے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔

فصل سوم

انبیاء علیہ السلام کا اسلوب دعوت

انبیاء علیہ السلام کے وہ پیغامات جسے انہوں نے اپنی قوم کے سامنے پیش کئے؟ وہ ہر بھلائی پر محیط اور ہر برائی سے دور رکھنے والے تھے، انہوں نے انسانیت کو وہ سب کچھ عطا کیا جس میں ان کی دنیوی اور اخروی بھلائی ہے، کوئی نیکی ایسی نہیں جسے انہوں نے نہ بتلایا ہو اور کوئی برائی ایسی نہیں جس سے انہوں نے انسانوں کو نہ ڈرایا ہو۔

وعن عبدا لله بن عمرو بن العاص ؓ ،قال: كنا في سفر فنزلنا منزلا، فمنا من يصلح خبائه،ومنا من ينتصل ،ومنا من هو في جشره،اذنادى منادى رسول الله ﷺ فقال! "انه لم يكن نبي قلبي الا كان حقا عليه ان يدلّ امته على ما يعلمه وينذرهم شرّما يعلمه لهم،وان امتكم هذه جعل عافيتهافي اولها وسيصيب آخرهابلآء وامور تنكرونها،وتجيء فتن فيرقق بعضها بعضا،وتجيء الفتنة فيقول المؤمن! "هذه مهلكتي "ثم تنكشف وتجيء الفتنة،فيقول المؤمن! "هذه هذه "فمن احب ان يزحزح عن النار ويدخل الجنة فلتأته منيته وهو يؤمن بالله واليوم الآخر،وليأت الى الناس الذى يحب ان يوتى اليه،ومن بايع اماماًفأعطاه صفقة يده وثمرة قلبه،فليطعه ان استطاع،فان جاء آخر ينازعه فاضربوا عنق الآخر.

غیر مسلموں میں طریقۂ دعوت

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں! ہم نے ایک سفر میں پڑاؤ ڈالا ہم میں سے کوئی اپنا خیمہ درست کرنے لگا، کوئی تیراندازی کرنے لگا اور کوئی اپنے جانور چرانے لگا، اتنے میں رسول اللہ ﷺ کے منادی نے آواز لگائی ''الصلاۃ جامعۃ'' ہم جمع ہوئے تو آپ ﷺ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا! ''مجھ سے پہلے جو بھی پیغمبر گذرے ہیں ان پر فرض تھا کہ وہ اپنی امت کو ہر وہ نیکی بتلائیں جو وہ جانتے ہیں اور ہر اس برائی سے ڈرائیں جو وہ ان کے لئے جانتے ہیں، اس امت کی بھلائی اللہ تعالیٰ نے انکے پہلے لوگوں میں رکھی ہے، بعد کے لوگوں پر مصائب آئینگے اور ایسے معاملات جو تم کو برے لگیں گے اور ایسے فتنہ در پیش آئیں گے جن میں سے ہر گذرا ہوا فتنہ آنے والے فتنہ کے آگے ہیچ ہوگا، کوئی فتنہ اٹھے گا تو مؤمن کہے گا! ''یہ تو میری تباہی ہے'' دوسرا آئے گا تو مؤمن کہے گا! ''یہی ہے یہی ہے'' جو دوزخ سے بچنا اور جنت میں جانا چاہتا ہے اس کی موت اس حالت میں آئے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اور لوگوں کے ساتھ وہ سلوک کرے جسے وہ خود اپنے لئے چاہتا ہو، اور جس نے کسی امام کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسے اپنا عہد و پیمان اور دل کا پھل دیا ہو جہاں تک ہو سکے اس کی اطاعت کرے، اگر کوئی دوسرا اسکے خلاف خروج کرے تو دوسرے کی گردن ماردو۔''

اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء ؑ کی دعوت ہر بھلائی پر مشتمل ہے اور ہر برائی سے ڈرانے والی ہے، لیکن اس دعوت کا آغاز کہاں سے ہوتا ہے اور اختتام کہاں پر؟ اور اس دعوت کے کون سے ایسے اصول وقواعد ہیں جن پر یہ دعوت مرکوز ہے؟

دعوت اِلی اللہ کی بنیادیں

لوگوں تک دعوت الیٰ اللہ پہنچانے کے لئے انبیاء علیہ السلام کا نقطۂ آغاز ان اصول وقواعد سے تھا کہ پہلے توحید پھر دوسری چیزیں جیسے:

(۱) توحید (۲) رسالت (۳) آخرت

یہی تین اصول انکی دعوت کا خلاصہ او ربنیاد ہیں،قرآن مجید نے انہی تین اصولوں کا سخت اہتمام کیا ہے اورانہیں وضاحت سے بیان کیا ہے یہی وہ مدار ہے جس پر سارا قرآن گردش کررہا ہے،اور ان ہی کے اثبات کے لئے عقلی وحسی دلائل دئے گئے ہیں،تمام سورتیں،اکثر واقعات اور مثالیں انہیں کے اثبات کے لئے ہیں،قرآن کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص جو عقل وفہم اور حسن وتدبر کی دولت سے مالا مال ہواس کو محسوس کرسکتا ہے،صرف قرآن ہی نہیں بلکہ یہی کیفیت تمام آسمانی کتابوں اور شریعتوں کی ہے۔

پہلی بنیاد

ان تینوں اصولوں میں سب سے اہم اورعظیم اللہ تعالیٰ کی توحید ہے،جس پر قرآن مجید کی اکثر سورتیں مشتمل ہیں، بلکہ اس کی تین مشہور قسموں (ربوبیت، الوہیت، اسماء وصفات) پر قرآن مجید کی سورتیں مشتمل ہیں، کیونکہ قرآن مجید میں توحید اسکے حقوق،اس کی جزا کا ذکر ہے،اس طرح قرآن مجید میں۔

۱۔ اگراللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی خبر ہے تو یہ علمی وخبری ہے (جس کا علم اور خبر رکھنا ہر انسان کے لئے ضروری ہے۔)

۲۔ اگر صرف اللہ ہی کی عبادت اور اسکے علاوہ تمام معبودانِ باطل کو چھوڑ دینے کا مطالبہ ہے تو وہ توحید ارادی ہے جو بندوں سے مطلوب ہے۔

۳۔ اگراوامر،نواہی اور اللہ کی اطاعت کو لازم پکڑنے کے احکام ہیں تو یہ توحید کے حقوق اوراسکی تکمیل ہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اہلِ توحید کی دنیا اور آخرت میں عزت افزائی کے تعلق سے جو کچھ ذکر کیا ہے وہ توحید کا صلہ ہے۔

۵۔ مشرکین کی دنیوی سزا اور آخرت کے عذاب شدید کے متعلق جو کچھ بتلایا گیا ہے وہ توحید کے احکام نہ ماننے کی سزا ہے۔

أنبیاء کی بعثت کا مقصد

ہم پہلے انبیاء علیہ والسلام کی دعوت پیش کرتے ہیں پھر پیغمبروں کی خاص صفات کی حامل دعوت کا تذکرہ کرتے ہیں،ارشادِ خداوندی ہے:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ۖ فَمِنْهُم مَّنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُم مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ ۚ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ (سورہ نحل: ۳۶)

''ہم نے ہرقوم میں رسول بھیجا کہ صرف اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت (ہر وہ چیز جو اللہ کے سوا پوجی جائے) سے بچو پھر بعض لوگوں کو تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور بعض پر گمراہی مسلط ہوگئی،تم زمین پر گھوم پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا؟''

فرمانِ الٰہی ہے وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ (ازالانبیاء: ۲۵)

''ہم نے آپ سے پہلے جس رسول کو بھیجا اس کی طرف وحی کی کہ بے شک نہیں ہے کوئی معبودِ برحق سوائے میرے پس تم میری ہی عبادت کرو''۔

اللہ تعالیٰ کئی انبیاءؑ کا ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:

إِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ (الانبیا:۹۲)

''یہ تمہاری امت ہے جو حقیقت میں ایک ہی امت ہے اور میں تم سب کا رب ہوں پس تم میری ہی عبادت کرو''۔

فرمانِ باری ہے:

يَاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ
وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ (المؤمنون:۵۱/۵۲)

''اے پیغمبروں! پاک چیزیں کھاؤاور نیک عمل کرو، تم جو کچھ کررہے ہو میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں اور یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں اس لئے تم مجھ ہی سے ڈرتے رہو''۔

امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: مجاہدؒ، سعید بن جبیرؒ، قتادہؒ اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلمؒ اس آیت وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں **دینکم واحد** یعنی تمہارا دین ایک ہی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر:۳۶۵/۵)

ان دونوں آیتوں کی تشریح حدیث میں یوں ہے، رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''**انا اولی الناس بعیسی بن مریم فی الدنیا والآخرة ، الانبیاء اخوة لعلات، امھاتھم شتی و دینھم واحد**''

(اخرجه البخاری فی التاریخ الکبیر ۴۴۷/۵. مسند احمد:۱۷۸/۵، ۱۷۹. طبرانی:۲۵۸/۸. المورد لابن حبان حدیث ۲۰۵۸)

ابن کثیرؒ نے فرمایا اسکی سند مسلمؒ کی شرط پر ہے:

''میں دنیا اور آخرت میں سب سے زیادہ حضرت عیسیٰؑ کے قریب ہوں، تمام انبیاء علیہ السلام علاّتی بھائی (جن کا باپ ایک ہو اور مائیں مختلف) ہیں، ان کی مائیں (شریعتیں) مختلف ہیں لیکن دین ایک ہے" اللہ تعالیٰ اولوالعزم پیغمبروں کا تزکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا
وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا

فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ
يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ (سورہ شوری :۱۳)

''اللہ نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا ہے جسے قائم کرنے کا اس نے نوحؑ کو حکم دیا اور جو ہم نے بذریعہ وحی آپ کی طرف بھیجا ہے اور جس کی تاکید ہم نے ابراہیمؑ، موسیٰؑ، اور عیسیٰؑ کو کی تھی کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا، مشرکین کو جس چیز کی طرف آپ انہیں بلا رہے ہیں وہ گراں گذر رہی ہے، اللہ جسے چاہتا ہے اپنا برگزیدہ بناتا ہے اور جو اسکی طرف رجوع کرے اسکی رہنمائی کرتا ہے"۔

یہ تمام پیغمبر بشمول اولوالعزم من الرسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کا خلاصہ ہے جن کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تک پہنچتی ہے۔ (التاریخ الکبیر للبخاریؒ:۴۴۷/۵۔ مسند احمد ۱۷۸/۵، ۱۷۹)

تمام پیغمبر اپنی دعوت میں ایک ہی منہج پر چلتے تھے، انکی پکار ایک ہی تھی یعنی توحید یہی وہ مقدس امانت ہے جسے اس مقدس گروہ نے مختلف زمانوں، مختلف مکانوں، مختلف فضاؤں اور مختلف نسلوں کی انسانیت تک پہنچایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ توحید کا منہج ہی وہ راستہ ہے جس پر دعوت الی اللہ کے لئے چلنا ضروری ہے، یہی وہ راستہ ہے جس پر چلنا اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاءؑ اور انکے سچے متبعین کے لئے فرض کردیا، اس میں نہ تو کوئی تبدیلی ممکن ہے اور نہ ہی اس راہ سے ہٹنا جائز ہے۔

فصل چہارم

انبیاء کرام کی دعوت وتبلیغ کے چند نمونے

قرآن کریم انبیاء علیہم السلام کی دعوت وتبلیغ اور کفار کے مجادلات سے بھرا ہوا ہے اس میں کہیں نظر نہیں آتا کہ اللہ کے کسی رسول نے حق کے خلاف ان پر طعنہ زنی کرنے والوں کے جواب میں کوئی ثقیل کلمہ بولا ہو۔ ان کی دعوت مشکل ترین مراحل میں بھی اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ منہج سے نہیں ہٹی اللہ تعالیٰ حضرت نوحؑ اور حضرت ہودؑ کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ
اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ
قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ وَّ لٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ
مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ اَنْصَحُ لَكُمْ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ
اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ
وَلِتَتَّقُوْا وَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ فِی
الْفُلْكِ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ وَ
اِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ
اَفَلَا تَتَّقُوْنَ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاهَةٍ

وَّ اِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ وَّ لٰكِنِّیْ
رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ اَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ
اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ؕ وَ اذْكُرُوْۤا
اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ زَادَكُمْ فِی الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ
فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ
وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ
الصّٰدِقِيْنَ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِیْ
فِیْۤ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ
فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ
مِّنَّا وَ قَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ

(الاعراف:۵۹۔۷۲)

حضرت نوح علیہ السلام سے قوم کی گفتگو

’’ہم نے نوح کو اسکی قوم کی طرف بھیجا، اس نے کہا: اے میری قوم کے لوگوں! اللہ کی بندگی کرو، اسکے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، یقیناً میں تم کو ہولناک دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں، ان کی قوم کے سرداروں نے کہا! ہمارا خیال ہے کہ تم صریح گمراہی میں ہو۔

آپ نے کہا! اے میری قوم میں گمراہ نہیں ہوں، بلکہ رب العالمین کا رسول ہوں، میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں، اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں، اور اللہ کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے، کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہیں اپنی ہی قوم کے ایک آدمی کے ذریعہ تمہارے پروردگار کی جانب سے نصیحت پہنچی ہے تا کہ وہ تمہیں ڈرائے اور تم پرہیز گار بنو تا کہ تم پر رحم کیا جائے، مگر انہوں نے انکو جھٹلایا، ہم نے انکو اور جو انکے ساتھ کشتی میں تھے بچالیا اور جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا انہیں ڈبو کر کے

رکھ دیا بے شک لوگ اندھے تھے۔

حضرت ہود علیہ السلام اور ان کی قوم کی گفتگو

اور عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی ہود علیہ السلام کو بھیجا، انہوں نے کہا: اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو، اسکے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، کیا تم (اس کے عذاب سے) نہیں ڈرتے؟ انکی قوم کے سربرآوردہ کافروں نے کہا! ہم تمہیں کم عقلی میں مبتلاء سمجھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ تم جھوٹے ہو۔

انہوں نے کہا اے میری قوم! مجھ میں ذرا بھی کم عقلی نہیں ہے بلکہ میں سارے جہاں کے مالک کا بھیجا ہوا رسول ہوں، کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہیں تمہارے پروردگار کی جانب سے نصیحت ایک ایسے شخص کی معرفت آئی جو خود تمہاری اپنی قوم کا ہے تا کہ وہ تم کو (اسکے عذاب سے) ڈرائے، اور (اللہ کے اس احسان کو) یاد کرو کہ اس نے تم کو قومِ نوح کا جانشین بنایا، اور بدن کا پھیلاؤ بھی تم کو زیادہ عطا فرمایا، تو تم اللہ کی نعمتوں کو یاد کروتا کہ تم فلاح پاؤ، انہوں نے جواب دیا کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہم اکیلے اللہ کی عبادت کریں اور جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے تھے انہیں چھوڑ دیں؟ اچھا اگر تو سچا ہے تو پھر جس عذاب کا تو ہم سے وعدہ کر رہا ہے اسے لے آ۔

اُنہوں نے کہا: اب تم پر اللہ کا عذاب آنے ہی والا ہے، کیا تم مجھ سے ایسے ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جنہیں تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے ٹھہرالیا اور جسکی کوئی دلیل اللہ نے نہیں بھیجی، پھر تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں، ہم نے انکو اور انکے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے بچالیا، اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ایمان نہ لائے ان کی جڑ کاٹ دی۔

یہی دعوت تمام انبیاء علیہ السلام کی تھی، اس مقدس گروہ نے دعوت الی اللہ میں اللہ کی توحید اور صرف اسی کی عبادت کو اوّلیت دی، اپنی قوموں سے (سوائے ان کے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی) تکذیب، تمسخر، اور استہزاء پایا فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَكَمْ أَرْسَلْنَا مِن نَّبِيٍّ فِي الْأَوَّلِينَ ‎ وَمَا يَأْتِيهِم مِّن نَّبِيٍّ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ (سورہ الزخرف۔۶،۷)

ترجمہ: ہم نے پہلے لوگوں میں کتنے نبی بھیجے اور جو بھی پیغمبران کے پاس آتا مگر وہ اسکے ساتھ مذاق کیا کرتے تھے۔

پاک باز مؤمن نفوس پر تکذیب، ٹھٹھے اور مذاق کا اثر تلواروں، قید خانوں اور جسمانی تعذیب سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔

ایک دن امّ المؤمنین حضرت عائشہؓ نے رسول اکرم ﷺ سے سوال کیا:

"هل اتى عليك يوما كان اشد عليك من يوم احد؟فقال: لقد لقيت من قومك ما لقيت، وكان اشد ما لقيت منهم يوم العقبة، اذاعرضت نفسي على ابن عبد يا ليل بن عبد كلال، فلم يجبني كا أردت، فانطلقت وانا مهموم على وجهي، فلم استفق الاوانا بقرن الثعالب، فرفعت رأسي فاذا انا بسحاب قد اظلتني، فنظرت فاذا هو جبرئيل، فناداني، فقال ان الله سمع قول قومك لك وما ردوا اليك، قدبعث الله اليك ملك الجبال لتأمره بما شئت فيهم، فناداني ملك الجبال فسلّم علي ثم قال: "يا محمّد! ان الله قد سمع قول قومك لك، وانا ملك الجبال، وقد بعثني ربي اليك تأمرني بأمرك فما

شئت،وان شئت ان اطبق علیهم الاخشبین " فقال لهﷺ: " بل ارجوا الله ان یخرج من اصلابهم من یعبد الله وحده ولایشرک به شیئا"

(بخاری کتاب بدء الخلق،حدیث ۳۲۳۱.مسلم ۳/ ۱۴۲۱.باب مالقی النبیﷺمن اذی المشرکین والمنافقین،حدیث ۱۱۱)

" کیا آپﷺ پر کوئی ایسا دن آیا ہے جو احد کے دن سے زیادہ سنگین تھا؟ آپﷺ نے فرمایا: ہاں تمہاری قوم سے مجھے جن جن مصائب کا سامنا کرنا پڑا ان میں سب سے سنگین وہ مصیبت تھی جس سے میں گھاٹی کے دن دوچار ہوا، جب میں نے اپنے آپ کو عبد یالیل بن عبد کلال کے صاحب زادے پر پیش کیا، لیکن اس نے میری بات منظور نہ کی تو میں غم والم سے نڈھال اپنے رخ پر چل پڑا اور مجھے قرنِ ثعالب پہنچ کر ہی افاقہ ہوا، وہاں میں نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بادل کا ایک ٹکڑا مجھ پر سایہ فگن ہے، میں نے بغور دیکھا تو اسمیں حضرت جبرئیلؑ تھے۔

انہوں نے مجھے پکار کر کہا، ''آپ کی قوم نے جو بات آپ سے کہی اللہ نے اسے سن لیا ہے، اب اس نے آپ کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے تاکہ آپ انکے بارے میں اسے جو حکم چاہیں دیں''۔

اسکے بعد پہاڑوں کے فرشتہ نے مجھے آواز دی اور سلام کرنے کے بعد کہا: "اے محمدﷺ آپ کی قوم نے جو بات آپ سے کہی اللہ نے اسے سن لیا، اور میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں، میرے رب نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اب آپ جو چاہیں مجھے حکم فرمائیں، اگر آپ چاہیں تو انہیں دو پہاڑوں کے درمیان کچل دوں؟ رسول اللہﷺ نے فرمایا" (نہیں) بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ عزّ وجل انکی پشت سے ایسی نسل پیدا کریگا جو صرف ایک اللہ کی عبادت کرے گی اور اسکے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیگی"۔

سیرت نگاروں نے ان ٹھٹھا کرنے والوں کے بعض جوابات کو ذکر کیا ہے، جب رسول اللہﷺ ثقیف کے سرداروں اور شرفاء کے پاس پہنچے، وہ تین بھائی تھے عبد یالیل، مسعود اور حبیب۔

آپﷺ نے انہیں اللہ کی طرف بلایا اور ان سے اسلام کی مدد اور کفارانِ قریش کے خلاف اپنی مدد کے سلسلے میں بات کی۔ جواب میں ایک نے کہا: "اگر اللہ نے تمہیں رسول بنایا ہوتو وہ کعبہ کا غلاف پھاڑے" دوسرے نے کہا: " کیا اللہ کو تمہارے علاوہ کوئی اور نہیں ملا تھا؟" تیسرے نے کہا: "میں تم سے ہرگز بات نہیں کرونگا، اگر تم واقعی پیغمبر ہو تو تمہاری بات رد کرنا میرے لئے انتہائی خطرناک ہے، اگر تم نے اللہ پر جھوٹ گڑھ رکھا ہے تو پھر مجھے تم سے بات کرنی ہی نہیں چاہیئے"۔

(البدایة والنهایة لابن کثیر۳/۱۳۵الدرر فی اختصار المغازی والسیر لابن عبد البرّص۳۵)۔

مذکورہ حدیث اور واقعہ سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہ السلام کے نفوس قدسیہ پر مشرکین کے ٹھٹھے مذاق کا اثر ان ہولناک مصیبتوں، خونریز جنگوں اور روح کو لرزہ دینے والے معرکوں سے کہیں زیادہ تھا جن میں آپﷺ کے جان نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔

جنگِ احد جسمیں ستر سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ شہید ہوئے جن میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور آپﷺ کے چچا حضرت حمزہ بن عبد المطلب بھی شامل ہیں آپﷺ کا سرِ مبارک توڑا گیا، دندانِ مبارک شہید کئے گئے اسکے علاوہ آپؐ کو اور آپ کے صحابہ کرامؓ کو منافقین کی جانب سے اذیتیں سہنی پڑیں۔

مکی زندگی میں جو مصائب آئے وہ الگ ہیں، بدر اور احد کی کلفتیں اپنی جگہ پر ان تمام مصائب کو تو آپؐ نے فراموش کردیا لیکن طائف میں اہل طائف کی جانب سے آپﷺ کو جس حقارت اور مذاق کا سامنا کرنا پڑا اسے زندگی کے آخری لمحات تک فراموش نہیں

کر سکے، اسی لئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اشد الناس بلاءً الانبیاء، ثم الامثل فالامثل (ترمذی باب ماجآء فی الصبر علی البلاء، حدیث ۲۳۹۸، ابن ماجہ: باب الصبر علی البلاء، حدیث ۴۰۲۳، دارمی: حدیث ۲۷۸۶ مسند احمد: ۱/۱۷۲. ۱۷۴، ۱۸۰، ۱۸۵)

''انسانوں میں سب سے زیادہ آزمائشیں پیغمبروں پر آتی ہیں، پھر ان پر جوان جیسے ہیں، پھر ان پر جوان جیسے ہیں''۔

الامثل ثم الامثل سے مراد وہ نیک لوگ ہیں جو دعوت الی اللہ میں پیغمبروں کے منہج پر چلتے ہوں، اللہ کی توحید اور ہر قسم کی عبادت کو اسی کے لئے خاص کرنے کی دعوت دیتے ہیں، اس کی ذات وصفات میں شرک کرنے سے روکتے ہیں، انہیں بھی اسی طرح تکلیفیں اور اذیتیں پہنچیں گی جس طرح کہ حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو پہنچی تھیں۔

اسی لئے آپ اکثر مبلغین کو دیکھیں گے کہ وہ اس سخت اور پُر خطر منہج سے بچتے ہیں، کیونکہ اس مشکل راہ پر چلنے سے اپنے والدین، بھائی بہن، دوست احباب، اور معاشرہ وسوسائٹی کا مقابلہ کرنا پڑیگا، انکی اذیتیں، طعنے، مذاق سہنے پڑیں گے۔

تمام انبیاء علیہ السلام کی دعوت توحید اور اسکے نتیجہ میں انہیں لاحق ہونے والی آزمائشوں اور بلاؤں کی داستان یہاں مفصل ذکر نہیں کی جاسکتی، ہم چند انبیاءؑ کی دعوت اور اس سلسلہ میں انہیں لاحق ہونے والی مصیبتوں کا مختصر تذکرہ کرینگے جو سمجھنے کے لئے کافی ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کا اسلوب دعوت

آپ اللہ کی جانب سے انسانوں کی طرف بھیجے ہوئے رسول ہیں، اس عظیم ہستی نے ساڑھے نوسو سال کی طویل عمر پائی، اور ساری زندگی اللہ کی توحید اور اس کی خالص

عبادت کی دعوت دیتے رہے، اس بھرپور زندگی میں راہِ حق میں نہ کبھی تھکاوٹ محسوس کی اور نہ اکتاہٹ، دن رات، چھپ کر علی الاعلان ہر طرح دعوتِ حق دیتے رہے۔ اللہ سبحانہ کا فرمان ہے۔

﴿ اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ دَعَوْتُ قَوْمِىْ لَيْلًا وَّنَهَارًا فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِىْٓ اِلَّا فِرَارًا وَاِنِّىْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِىْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ثُمَّ اِنِّىْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ثُمَّ اِنِّىْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِىْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗٓ اِلَّا خَسَارًا وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴾ (سورہ نوح۔۱،۲۵)

اس محترم رسول کی دعوت کیا تھی؟ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعوتی زندگی کے ساڑھے نوسو سال کا خلاصہ مذکورہ آیتوں میں بیان کر دیا۔

اس میں اللہ کی توحید اور تمام عبادتوں کے صرف اسی کے لئے خاص کر دینے کی تعلیم کے علاوہ اور کچھ نہیں؟ اس دعوت کو پہنچانے میں آپ مسلسل کوشاں رہے، جو بھی وسیلہ ممکن تھا آزمایا، سرّی بھی جہری بھی، رغبت اور خواہش دلا کر بھی اور ڈرا دھمکا کر بھی، وعدہ کر کے بھی وعیدیں سنا کر کے بھی، عقلی وحسّی دلائل دے کر بھی، خود انکی زندگیوں کی مثالیں پیش کر کے بھی، کائنات کی نشانیاں دکھا کر بھی، اور عبرتیں پیش کر کے بھی لیکن یہ ساری دردمندی اور دلائل انہیں کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکیں، وہ اپنے کفر وضلال پر برابر اڑے رہے، حق کے آگے متکبّرانہ رویہ اختیار کیا، اپنے معبودانِ باطل سے چمٹے رہے، نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا میں تباہی وبربادی سے دوچار ہوئے اور آخرت میں ہمیشہ کے عذاب میں گرفتار ہوئے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے قوم کی سرکشی

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم ان پانچ بتوں کی پوجا پاٹ میں مشغول تھی:

(۱) ود (۲) سواع (۳) یغوث (۴) یعوق (۵) نسر۔

آپ ﷺ ساڑھے نوسو برس تک اپنی قوم کی دعوت وتبلیغ، اصلاح وارشاد میں دن رات مشغول رہے۔ مگر اس قوم میں چند کے علاوہ کسی نے ان کی بات نہ مانی۔ دوسرے کا کیا کہنا خود ان کا بیٹا اور بیوی کافروں کے ساتھ لگے رہے۔ ان کی جگہ آج کا کوئی مدعی (دعوت واصلاح) ہوتا تو اس قوم کے ساتھ اس کا لب ولہجہ کے ساتھ ہوتا اندازہ لگائیے۔ پھر دیکھئے کہ ان کی تمام ہمدردی وخیر خواہی کی دعوت کے جواب میں قوم نے کیا کہا۔

﴿ إِنَّا لَنَرَاكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴾ (سورہ اعراف:۶۰)

''ہم تو آپ کو کھلی ہوئی گمراہی میں پاتے ہیں''۔

ادھر سے اللہ کے پیغمبر نوحؑ بجائے اس کے کہ اس سرکش قوم کی گمراہیوں، مکاریوں کا پردہ چاک کرتے۔ جواب میں فرمایا۔

﴿ قَالَ يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي ضَلَالَةٌ وَلَٰكِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴾

(سورہ اعراف،۶۱)

ترجمہ: اے میرے بھائیوں مجھ میں کوئی گمراہی نہیں میں تو رب العالمین کا رسول ہوں (اور محض تمہارے فائدے کی بات بتا تا ہوں)

اس عظیم پیغمبر نے کیوں اتنی طویل مدت بغیر کسی تھکن اور اکتاہٹ کے توحید کے خاطر اتنی مشقتیں برداشت کیں؟ اللہ نے کیوں انکی تعریف کی، کیوں انکے ذکر کو محفوظ کر دیا، اور کیوں انکا شمار اولوالعزم پیغمبروں میں کیا؟ توحید کی دعوت اس توجہ اور عنایت کی کیوں مستحق ہے؟

کیا اس منہج اور منطق کا اس عظیم پیغمبر کے لئے محدود کر دینا منطق، حکمت اور عقل کے خلاف ہے یا یہی عینِ حکمت، صحیح منطق اور عقلِ سلیم کا تقاضہ ہے؟ اللہ نے آپ کو کیوں اس منہج پر چلنے کا ساڑھے نوسو سال تک پابند کیا، آپ کی تعریف کی اور آپ کی داستان کو ہمیشہ کے لئے باقی رکھا اور کیوں ساری انسانیت کے سرتاج، افضل الرسل محمد الرسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کو اپنی دعوت اور صبر کا نمونہ بنائیں؟

مقام نبوت کی قدر جاننے والے کا عقل وحکمت پر مبنی جواب یہی ہوگا کہ توحید کی دعوت، شرک پر یلغار اور اللہ کی زمین کو اس نجاست سے پاک کرنے کا عمل واقعی اس عظیم الشان مدح وثنا کا مستحق ہے، یہی عین حکمت اور عقل وفطرت کا تقاضہ ہے۔

ہر داعی کا یہ فریضہ ہے کہ وہ اس منہج کو سمجھے اور اس الٰہی دعوت اور عظیم مقصد کو

روئے زمین پر پھیلانے کے لئے اپنی ساری توانائیاں، جدوجہد اور کوششیں صرف کردے اور اس سلسلہ میں ایک دوسرے کا تعاون کرے، ایک دوسرے کی تصدیق کرے، جیسا کہ حضرات انبیاء علیہ السلام کیا کرتے تھے۔

حضرت ابرہیم علیہ السلام کا اسلوب دعوت

دوسرے اولوالعزم پیغمبر، خلیل اللہ حضرت ابرہیمؑ کی ذاتِ گرامی ہے، جن کی دعوت کو نمونہ بنانے، راستہ پر چلنے اور جن کی ہدایتوں کو اپنانے کا حکم رب العالمین نے رحمۃ اللعالمین، خاتم الانبیاء علیہ السلام جناب محمد الرسول اللہ ﷺ کو دیا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تعلق سے قرآن کہتا ہے:

﴿ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ۝ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَىِٕنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّاۗلِّيْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّىْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝ اِنِّىْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ (الانعام:۷۴/۷۹)

حضرت ابراھیم اوران کی قوم کی گفتگو

”جب ابرہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آذر سے کہا: کیا تو بتوں کو خدا بناتا ہے میں تو تجھ کو اور تیری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھ رہا ہوں، اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آسمان اور زمین کی بادشاہت دکھلائی تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں ہوجائے۔

جب اس پر رات کی تاریکی چھا گئی تو اس نے ایک تارہ دیکھا، کہا یہ میرا رب ہے، جب وہ ڈوب گیا تو کہا میں ڈوب جانے والے کو پسند نہیں کرتا، جب چاند کو چمکتا دیکھا

تو کہا کہ یہ میرا رب ہے، جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہا کہ اگر میرے رب نے میری رہنمائی نہیں کی تو میں گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں گا، جب آفتاب کو روشن دیکھا تو کہا کہ یہ میرا رب ہے جب وہ بھی غروب ہو گیا تو پکار اٹھا۔

اے میری قوم! میں تمہارے ان معبودوں سے جنہیں تم (اللہ کا) شریک ٹھہراتے ہو بیزار ہوں میں نے یکسو ہو کر اپنا رخ اس ذات کی طرف کر لیا جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں''۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے والد کی گفتگو

حضرت ابرہیم علیہ السلام نے جب اپنے والد کو دعوت دینی شروع کی تو ''یا أبت'' ''اے میرے پیارے ابا جان'' کے لفظ سے مخاطب فرمایا جسمیں پوری محبت واضح ہوتی ہے اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس انداز سے مخاطب بنایا۔

﴿ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِينَ قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ أَوْ يَنْفَعُونَكُمْ أَوْ يَضُرُّونَ ﴾

(الشعراء ۷۰۔۷۳)

''اور ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حال پڑھ کر سنا دو) جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے لوگوں سے کہا تم کس چیز کو پوجتے ہو۔ وہ کہنے لگے ہم بتوں کو پوجتے ہیں اور ان ی پوجا پر قا[illegible] ں۔ حضرت ابرہیم ے لہا جب تم ان کو پکارتے ہو تو کیا وہ تمہاری آواز سنتے ہیں۔ یا تمہیں کچھ فائدے دے سکتے ہیں یا نقصان پہونچا سکتے ہیں''۔

اس میں حضرت ابرہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے معبودان باطل کی کوئی ہجو نہیں کی اور نہ ان کو برے نام سے یاد کیا۔ اگر ایسا کرتے تو عین ممکن تھا کہ مخاطب بپھر جاتے اور سرے سے بات سننے کو ہی تیار نہ ہوتے، لہذا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بجائے خود کچھ

کہنے کے انہی کو مجبور کیا کہ وہ خود بولیں فرمایا **ماتعبدون** کس چیز کی تم لوگ پرستش کرتے ہو؟

﴿ **قالوا نعبد اصنما ما فنظل لها عكفين** ﴾

ان سے ایک سوال پوچھا کہ جب تم ان کو پکارتے ہو تو کیا وہ تمہاری پکار سنتے (اور نفع یا نقصان پہونچاتے) ہیں۔ جواب میں کہا۔

﴿ **قالو بل وجد نا آباء نا كذلک يفعلون** ﴾ کہنے لگے کہ (یہ بات نہیں کہ وہ ہمیں فائدہ یا نقصان پہونچاتے ہیں) بلکہ ہم نے اپنے آباواجداد کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔

یہی بات حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے کہلوانا چاہتے تھے کہ اس کے بعد اب ان کے پاس کچھ کہنے کو رہ نہیں گیا۔ تو پھر اپنی دعوت شروع کی، اللہ کی ذات توحید سے ان کو آشنا کرنا شروع کیا۔

توحید کا تذکرہ

﴿ فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّي إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ وَالَّذِي يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ وَالَّذِي أَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ ﴾ (الشعراء ۷۷۔۸۲)

ترجمہ: وہ میرے دشمن ہیں لیکن خدائے رب العالمین (میرا دوست ہے) جس نے مجھے پیدا کیا اور وہی مجھے راستہ دکھاتا ہے اور وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو مجھے شفا بخشتا ہے اور وہ مجھے مارے گا اور پھر زندہ کریگا اور وہ جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن میرے گناہ بخشے گا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی پانچ صفات کا ذکر کیا گیا ہے:

(۱) تخلیق (۲) ہدایت (۳) رزق (۴) شفاء (۵) موت وحیات پر قدرت

جب کہ بتوں کے سلسلہ میں جو سوال کیا تھا اس میں صرف دو باتیں دریافت کی تھیں کیا وہ دعاء سنتے ہیں؟ کیا وہ نفع وضرر پر قدرت رکھتے ہیں؟

لیکن جب اللہ کا نام آیا اور اس کا ذکر شروع کیا تو اس کی تمام صفات کا ذکر کرتے ہوئے توحید خالص کی دعوت دی۔

بت پرستی کے خلاف جنگ

شرک سے انکار اور توحیدِ خالص کے اقرار سے لبریز، پُر جوش اور طاقتور یہ دعوت، خاندان سے شروع ہوکر ساری قوم تک پھیلتی ہے، شرک و بت پرستی سے جنگ چھڑ جاتی ہے، ستاروں کی خدائی کا عقیدہ ڈگمگا جاتا ہے، حضرت ابراہیمؑ نے اللہ کی حجت قائم کرنے، شرک اور اسکے باطل معتقدات کو زمین دوز کرنے کے لئے بحث وحجت کا بہترین راستہ اختیار کیا۔

انہیں بے عقل قرار دے کر ستارے، چاند اور سورج پر یکے بعد دیگرے غور کر کے کہ، جس وقت یہ غروب اور زوال سے دوچار ہوتے ہیں تو کون اس کائنات کی حفاظت اور نگرانی کریگا، اور ان کے معاملات تدبیر کریگا؟

جو شخص ان مظاہرِ فطرت پر اور ان کے طلوع وغروب، اقبال و ادبار پر غور کریگا تو اس کے لئے ضروری ہو جائیگا کہ وہ ان خود ساختہ جھوٹے معبودوں کا انکار کرے، اپنے ہاتھوں کو شرک کی نجاست سے دھولے اور اس معبودِ برحق کی طرف رجوع کرے جس نے کہ آسمان اور زمین کو پیدا کیا جو نہ غائب ہوتا ہے اور نہ ٹلتا ہے جو کائنات کے تمام حالات اور حرکات وسکنات سے اچھی طرح باخبر ہے، جو ہر لمحہ انکا نگراں ہے، ہر وقت انکی حفاظت اور انکے کاموں کی تدبیر میں لگا ہوا ہے، یہ زبردست دلائل ہیں، اللہ سبحانہ کا فرمان ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۥ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ
لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ

الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۭ اِنَّ
الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا يٰۤاَبَتِ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ
فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ
تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ
بِيْ حَفِيًّا وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ڮ عَسٰۤى اَلَّاۤ
اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا
لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ
لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا (سورہ مریم۔۴۱،۵۰)

پاکیزہ اخلاق کے ذریعہ دعوت

’’اس کتاب میں ابرہیم علیہ السلام کا ذکر کرو، وہ بڑا راست باز انسان اور نبی تھا، جب اس نے اپنے باپ سے کہا: ابا جان! آپ ان (بتوں) کی کیوں پرستش کرتے ہیں جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں اور نہ آپ کو کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں؟ ابا جان! میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا آپ میری پیروی کریں میں آپ کو سیدھا راستہ بتاؤں گا، ابّا جان! شیطان کی عبادت نہ کیجئے کیونکہ شیطان رحمٰن کا نافرمان ہے، ابّا جان! مجھے ڈر ہے کہیں آپ پر اللہ کا عذاب نہ آپڑے اور پھر آپ شیطان کے ساتھی بن جائیں، (باپ نے) کہا: ابرہیم! کیا تو میرے معبودوں سے پھرے گا؟ اگر تو باز نہیں آیا تو میں تجھے سنگسار کردونگا، بس تو ہمیشہ کے لئے مجھ سے جدا ہوجا، ابرہیم علیہ السلام نے کہا: سلام ہے آپ کو، میں آپ کے لئے اپنے رب سے بخشش کی دعا کرونگا، وہ مجھ پر بڑا ہی مہربان ہے۔

میں تم کو اور تمہارے ان معبودوں کو بھی چھوڑ رہا ہوں جنہیں تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو، مجھے یقین ہے کہ میں اپنے رب کو پکار کر نامراد نہیں رہوں گا، جب وہ ان سے اور ان کے معبودوں سے جدا ہوگیا جنہیں وہ اللہ کے سوا پوجتے تھے، ہم نے اسے اسحاق اور

یعقوب عطا کیا، اور دونوں کو ہی نبی بنایا اور انہیں اپنی رحمت سے نوازا اور انہیں بلند درجہ کی ناموری عطا کی۔

توحید کی یہ پرجوش دعوت علم، منطق، عقل اور پاکیزہ اخلاق پر قائم ہے، یہ دعوت گمراہوں کو صراطِ مستقیم دکھاتی ہے، اس کا انکار کوئی اندھا متعصّب ہی کرسکتا ہے جو جہالت، دشمنی، خواہشاتِ نفس اور تکبّر وغرور کے دلدل میں پھنسا ہوا ہو، ورنہ کوئی بھی ذی شعور انسان ایسے بتوں کی کیسے عبادت کرسکتا ہے، جو نہ سنتے ہوں، اور نہ دیکھتے ہوں، اور نہ ہی اسکے کچھ کام آسکتے ہوں؟۔

ہر ایک کو یہ جان لینا ضروری ہے کہ توحید کے علم سے انبیاؑ کو طاقت ملتی تھی، اسی کے ذریعہ وہ باطل، جہالت اور شرک پر یلغار کرتے تھے، یہ انبیاؑ کا علم ہے جو راہِ حق دکھاتا اور شرک وضلالت سے بچاتا ہے، حضرت ابرہیمؑ نے اپنے باپ سے کہا تھا۔

يَاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِیْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا

(مریم:۴۳)

’’ابّا جان میرے پاس وہ علم ہے جو آپ کے پاس آیا ہی نہیں، آپ میری پیروی کیجئے میں آپ کو سیدھی راہ دکھاؤنگا‘‘۔

اپنے باپ، خاندان، اور قوم کو دعوتِ الی اللہ کے میدان میں دلائل اور حجّتوں سے مغلوب کرکے آپ نے توحید کی کھلی دلیلوں سے اپنے وقت کے سرکش، ظالم اور نادان حکمران نمرود پر پوری طاقت اور بہادری کے ساتھ یورش کردیا۔قرآن کہتا ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ يُحْیٖ وَ يُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَ اُمِيْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (سورہ بقرہ،۲۵۸)

حضرت ابراھیم علیہ السلام ورنمرود کی گفتگو

’’کیا آپ کو اس شخص کا حال معلوم نہیں جس نے ابراہیمؑ سے اسکے رب کی بابت جھگڑا کیا اس وجہ سے کہ اللہ نے اسے سلطنت دے رکھی تھی، جب ابرہیم علیہ السلام نے کہا کہ: میرا رب وہ ہے جو زندگی اور موت کا مالک ہے، اس نے کہا: میں بھی زندگی اور موت پر اختیار رکھتا ہوں، ابرہیمؑ نے کہا: بے شک اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو ذرا مغرب سے نکال لا، پھر وہ کافر حیران وششدر رہ گیا، اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا‘‘۔

ربوبیت اور الوہیت پر زور

حضرت ابرہیم علیہ السلام نے اس (نمرود) نادان سرکش کو اللہ کی توحید، اس کی ربوبیت اور الوہیت پر ایمان لانے کی دعوت دی لیکن اس نے سرکشی دکھائی اور اپنی جھوٹی خدائی کے دعوے کی دست برداری سے انکار کردیا، پھر آپ نے روشن اور واضح دلائل کے ساتھ اس سے مناظرہ کیا، فرمایا:

رَبِّیَ الَّذِیْ يُحْیٖ وَ يُمِيْتُ ۙ

’’میرا رب وہ ہے جس کے ہاتھ میں زندگی اور موت کا اختیار ہے‘‘۔

یعنی وہی پیدا کرنے والا، مخلوق کا مدبّر اور زندگی وموت کا دینے والا ہے، لیکن اس ناسمجھ ظالم نے کہا: اَنَا اُحْیٖ وَ اُمِيْتُ ؕ میں بھی جس کو چاہتا ہوں قتل کرسکتا ہوں اور جس کو چاہتا ہوں باقی رکھتا ہوں" اس جواب میں سوائے ملمع سازی اور جاہلوں کو بھٹکانے کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ کہہ رہے تھے کہ رب العالمین انسانوں اور جانوروں اور نباتات میں زندگی پیدا کرتا ہے۔

ان کو عدم سے وجود کا پیرہن پہناتا ہے، پھر جب ان کی عمریں ختم ہوجاتی ہیں تو انہیں ظاہری اسباب کی بنا پر یا بغیر کسی سبب کے ہی اپنی قدرت سے موت دیتا ہے، حضرت ابرہیمؑ نے جب دیکھا کہ نمرود ناسمجھوں اور ناکاروں کو اپنے ملمع سازاوفریب کا جواب سے اندھیرے میں رکھنا چاہتا ہے تو آپ نے اس کی یہ کمزور دلیل قبول کرلی اور فرمایا کہ جس خدائی کا تو دعویدار ہے اگر سچ مچ اس کی کوئی حقیقت ہے تو۔

فَإِنَّ اللّٰهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ ۚ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِينَ (سورہ بقرہ: ۲۵۸)

سورج کو مغرب سے نکالنے کا مطالبہ

''اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اسے مغرب سے نکال، پھر کافر پھٹکارہ گیا، سوائے حیرانی و پریشانی کے اسکے پاس کچھ نہیں بچا، اسکی دلیل ٹوٹ گئی، اور باطل خدائی کا نشہ چور ہوگیا'' **(ان الباطل کان زھوقا)**

حضرت ابراھیم علیہ السلام کا مقصد

اس واقعہ میں ہر صاحب بصیرت کے لئے یہ سبق موجود ہے کہ توحید کی دعوت اخلاص، عقل اور حکمت کے بلند ترین مقام پر فائز ہے، یہ گھروں سے شروع ہوکر اللہ جہاں تک چاہتا ہے پھیلتی ہے، نہ یہ بادشاہت کے خلاف اعلانِ جنگ ہے نہ حکومت قائم کرنے کی خواہش، اگر ابرہیم علیہ السلام کا مقصد حصولِ اقتدار ہوتا، تو آپ اس کے علاوہ دوسرا راستہ اپناتے، ایسی صورت میں بہت سے لوگ آپ کے ارد، گرد اکٹھے ہوجے ۔آپ کا شہرہ ہوجاتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاؑ اور ان کے متبعین اور صالح مبلّغوں کے لئے ہر جگہ اور ہر زمانہ میں ہدایت ورہنمائی، حق بیان کرنے اور سرکشوں پر حجّت قائم کرنے کا ہی راستہ

چنا، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اس فرض کو کامل طور پر نبھایا۔

آپ نے اپنے والد، قوم اور حکومت پر دلائل وبراہین سے حجّت قائم کی، جب دیکھا کہ یہ لوگ شرک وکفر پر مصر اور جھوٹ وگمراہی پر قائم ہیں تو مجبوراً طاقت وقوت اور حرکت وعمل کے ذریعہ کفر وشرک سے بیزاری کا اعلان کیا۔

کیا آپ نے حکومت پر حملہ کیا

ضلالت وگمراہی کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں بھٹکنے والی قوم کی اصلاح کا بیڑا آپ نے کہاں سے اٹھایا؟ کیا آپ نے حکومت پر حملہ کردیا کہ یہی شرّ وفساد اور شرک وضلالت کا منبع ہے؟ یا اس حاکم وقت کے خلاف اعلانِ جنگ کردیا جو اپنی خدائی کی دعویداری پر مصر تھا؟ یا آپ نے کافر حکومت اور اسکے ناسمجھ حکمران کے خلاف انقلاب کا نعرہ بلند کیا تاکہ شرک وفساد کی تمام اقسام کا خاتمہ ہوجائے اور ایک الٰہی حکومت آپ کی قیادت میں آجائے؟

ان سوالوں کا جواب یہی ہے کہ حاشا وکلا انبیاؑ کی ذاتیں ان گھٹیا راستوں پر چلنا یا عمل کرنا تو دور کی بات ہے، اسکی سوچ بھی پیدا نہیں ہوسکتی، یہ طریقہ تو ظلمت وجہالت کے ماروں، دنیا وسلطنت کے خواہش مندوں کے ہیں، انبیاؑ توحید کے داعی راہِ حق کے رہنما، شرک وباطل سے انسانیت کو نجات دلانے والے ہیں وہ جب کبھی تغیر وتبدیلی کی کوشش کرتے ہیں تو یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ انہیں کون سا راستہ اختیار کرنا چاہیئے۔

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حکومت وسلطنت کے بجائے حقیقی شرک وضلالت پر تیشہ زنی کرنا مناسب سمجھا اور اس عظیم، حکیم اور حلیم پیغمبر نے یہی کر دکھایا، فرمانِ الٰہی ہے:

وَلَقَدْ آتَيْنَآ إِبْرٰهِيمَ رُشْدَهُ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ عٰلِمِينَ ۝ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ

وَقَوْمِهِ مَا هَٰذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ ۝ قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا
لَهَا عَابِدِينَ ۝ قَالَ لَقَدْ كُنتُمْ أَنتُمْ وَآبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝
قَالُوا أَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ أَمْ أَنتَ مِنَ اللَّاعِبِينَ ۝ قَالَ بَل رَّبُّكُمْ
رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الَّذِي فَطَرَهُنَّ وَأَنَا عَلَىٰ ذَٰلِكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ ۝
وَتَاللَّهِ لَأَكِيدَنَّ أَصْنَامَكُم بَعْدَ أَن تُوَلُّوا مُدْبِرِينَ ۝ فَجَعَلَهُمْ
جُذَاذًا إِلَّا كَبِيرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ إِلَيْهِ يَرْجِعُونَ ۝ قَالُوا مَن فَعَلَ هَٰذَا
بِآلِهَتِنَا إِنَّهُ لَمِنَ الظَّالِمِينَ ۝ قَالُوا سَمِعْنَا فَتًى يَذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهُ
إِبْرَاهِيمُ ۝ قَالُوا فَأْتُوا بِهِ عَلَىٰ أَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُونَ ۝ قَالُوا
أَأَنتَ فَعَلْتَ هَٰذَا بِآلِهَتِنَا يَا إِبْرَاهِيمُ ۝ قَالَ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَٰذَا
فَاسْأَلُوهُمْ إِن كَانُوا يَنطِقُونَ ۝ فَرَجَعُوا إِلَىٰ أَنفُسِهِمْ فَقَالُوا إِنَّكُمْ أَنتُمُ
الظَّالِمُونَ ۝ ثُمَّ نُكِسُوا عَلَىٰ رُءُوسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هَٰؤُلَاءِ يَنطِقُونَ ۝
قَالَ أَفَتَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكُمْ شَيْئًا وَلَا يَضُرُّكُمْ ۝ أُفٍّ
لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ قَالُوا حَرِّقُوهُ
وَانصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِن كُنتُمْ فَاعِلِينَ ۝ قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا
وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ۝ وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ ۝

(الانبیاء:۵۱/۷۰)

حضرت ابراھیم علیہ السلام سے قوم کی گفتگو میں حکمتیں

’’اس سے بھی پہلے ہم نے ابرہیم علیہ السلام کو دانائی بخشی تھی اور ہم انکو خوب جانتے تھے، جب کہ اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: یہ مورتیاں کیسی ہیں جن کی تم مجاوری کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم نے اپنے باپ دادا کو انکی عبادت کرتے پایا ہے، اس نے کہا: جب تو تم اور تمہارے باپ دادا صریح گمراہی میں مبتلا تھے، انہوں نے کہا: کیا تم

ہمارے پاس سچ مچ حق لائے ہو یا یونہی مذاق کر رہے ہو؟ اس نے کہا: نہیں (میں مذاق نہیں کر رہا ہوں) درحقیقت تم سب کا پروردگار وہ ہے، جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے، جس نے انہیں پیدا کیا، اس پر میں گواہی دیتا ہوں، اللہ کی قسم! میں تمہاری غیر حاضری میں تمہارے بتوں کی خبر لوں گا۔

پھر اس نے ان سب کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے تا کہ شائد وہ لوگ اس کی طرف رجوع کریں، انہوں نے کہا: جس نے بھی ہمارے معبودوں کا یہ حشر کیا ہے وہ بہت بڑا ظالم ہے (کچھ لوگوں نے) کہا ہم نے ایک نوجوان کو اس کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا تھا جس کا نام ابراہیم ہے، سب نے کہا: اسے تمام لوگوں کے سامنے پکڑ کر لاؤ تا کہ سب دیکھیں، انہوں نے کہا: اے ابراہیم کیا تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے؟ (ابراہیم علیہ السلام نے) جواب دیا۔

یہ کام تو ان کے سردار نے کیا ہے تم اپنے ان (شکستہ) خداؤں سے ہی پوچھ لو اگر یہ بول سکتے ہوں، یہ سن کر وہ لوگ اپنے ضمیروں کی طرف پلٹے پھر (اپنے دلوں میں) کہنے لگے: کہ ظالم تو تم ہی ہو، پھر اپنے سروں کے بل اوندھے ہو گئے اور کہنے لگے: کیا تو نہیں جانتا کہ یہ بولتے نہیں ہیں؟

(ابرہیم علیہ السلام نے) کہا: کیا تم اللہ کے علاوہ ان خداؤں کی پرستش کرتے ہو جن کے اختیار میں نہ تمہارا نفع ہے اور نہ نقصان، تُف ہے تم پر اور تمہارے ان معبودوں پر جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، کیا تم اتنی بھی عقل نہیں رکھتے؟ وہ کہنے لگے: اسے جلا دو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر تم کچھ کر سکتے ہو، ہم نے کہا: اے آگ تو ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا ابرہیم علیہ السلام کے لئے، گو کہ انہوں نے اس کا برا چاہا لیکن ہم نے انہیں بری طرح ناکام کر دیا‘‘۔

شرکش حکمراں

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہدایت اسی لئے عطا فرمائی کہ آپ اسکے اہل تھے اس عظیم پیغمبر نے عقائد کے بگاڑ، حکومت کے فساد اور ایک ایسی قوم کا سامنا کیا جسکی سوجھ بوجھ گرچکی تھی، عقل بھٹک چکی تھی، انہوں نے پتھر اور لکڑی کے بت بنالئے تھے، ستاروں کو پوجتے تھے، ان پر ایک فاسد نظامِ حکومت چل رہا تھا، جس کا قائد ایک سرکش اور ناسمجھ حکمران تھا، جس نے ساری قوم کو اپنے قدموں پر جھکا رکھا تھا، پھر اصلاح کا عمل کہاں سے شروع کیا جاتا؟

کیا آپ نے اصلاح کا عمل حاکم سے معرکہ آرائی کے ذریعہ شروع کیا، کیونکہ وہ اللہ کی شریعت کے بجائے جاہلی قوانین کے ذریعہ حکومت کررہا تھا، بلکہ اپنے رب ہونے کا مدّعی تھا اور قانون سازی کو اپنا حق سمجھتا تھا؟ یا آپ اپنی تحریک قوم اور جاہل حکومت کے عقائد کی اصلاح سے شروع کرتے؟

تحریک کی ابتدا

قرآن ہمیں امام الانبیاء حضرت ابرہیمؑ کے تعلق سے بیان کرتا ہے کہ انہوں نے اپنی تحریک اللہ کی توحید خالص اسکی عبادت کی دعوت، شرک وکفر سے اعلانِ جنگ، اور شرک واسبابِ شرک کی بیخ کنی سے شروع کی، انہیں عملی طور پر اللہ کی طرف بلایا، اس میدان میں قوم اور حکومت سے خم ٹھونک کر مقابلہ کیا اور دلیل وحجت سے انہیں مغلوب کردیا، یہاں تک کہ انہیں اعتراف کرنا پڑا کہ ہمیں شرک وضلالت، اندھے تعصّب اور باپ دادا کی تقلید کے مقابلے میں کسی برہان ودلیل کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

قَالُوْا وَجَدْنَاۤ اٰبَاۤءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ''ہم نے اپنے باپ دادوں کو انہیں کی پرستش کرتے ہوئے پایا ہے۔

جب ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کی سرکش خواہشوں اور جامد عقلوں کے لئے دلیل کوئی حیثیت نہیں رکھتی تو آپ نے ان کے معبودوں کو توڑنے کی حکمتِ عملی تیار کرلی، بھرپور ہمت، طاقت اور بہادری سے اس پروگرام کو عملی جامہ پہنایا، آپ کے اس جرأت مندانہ اقدام نے حکومت اور قوم کو آپ کے خلاف مشتعل کردیا، انہوں نے ایک کھلے فیصلے کے لئے آپ کو مدعو کیا، پھر آپ کو الزام دیکر پوچھا''

ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ''اے ابراہیم! کیا تم نے ہی ہمارے خداؤں کا یہ حشر کیا ہے؟

ان پر بھرپور طنز کرتے ہوئے فرمایا: بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ یہ حرکت تو انکے بڑے کی معلوم ہوتی ہے اگر یقین نہ آئے تو انہیں سے پوچھ لو کہ کس نے ان کی یہ درکت بنائی ہے؟

آپ کا یہ طنز ان پر کڑک دار بجلی بن کر گرا، وہ مخبوط الحواس ہوکر کہہ اٹھے۔"

لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰۤؤُلَاۤءِ يَنْطِقُوْنَ ''انہوں نے ذلت سے سر جھکا کر کہا: تم تو جانتے ہی ہو کہ یہ بول نہیں سکتے، جب حضرت ابرہیم علیہ السلام نے ان سے دلیل اور حجت کا ہتھیار چھین لیا، تو وہ طاقت کا سہارا لینے پر کمربستہ ہوگئے، جو ہر جگہ ہر زمانہ میں دلیل اور حجت سے عاجز ہر ظالم کا پسندیدہ ہتھیار رہتا ہے، چلّا اٹھے'' حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْۤا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ''اسے جلادو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تم کچھ کرنا چاہتے ہو، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے دوست کو ان کے شر سے بچالیا اور کافروں کے مکر کو انہیں پر لوٹادیا''۔

قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا
فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ

''ہم نے کہا: اے آگ! تو ابراہیمؑ پر ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا، انہوں نے

انکے ساتھ برائی کرنا چاہا لیکن ہم نے انہیں بری طرح ناکام کردیا''۔

آگ کا کمال

اس ہولناک آگ کا ٹھنڈا ہونا اور حضرت ابراہیمؑ کا نجات پانا آپ کی نبوت کی صداقت کی عظیم دلیل ہے۔

ساتھ ہی آپ کی لائی ہوئی توحید کی سچائی اور قوم کے شرک وضلالت کے بطلان کی واضح نشانی ہے، اللہ نے آپ کو اس حکمت سے بھر پور دعوت، جہاد اور عظیم قربانی کا بہترین بدلہ عنایت فرمایا، جیسا کہ ارشادِ قرآنی ہے۔

﴿ وَ نَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ۞ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ ؕ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ۞ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ۞ ﴾ الانبیاء:۷۱/۷۳)

عبادت گذار بندے

''اور ہم نے اسکو اور لوط علیہ السلام کو بچا کر اس سرزمین کی طرف لے گئے جس میں ہم نے تمام جہان والوں کے لئے برکت رکھی تھی، اور ہم نے آپ کو اسحاق عطا کیا اور اس پر مزید یعقوب، اور تمام کو ہم نے نیک بنایا، اور ہم نے انہیں پیشوا بنادیا، کہ وہ ہمارے حکم سے لوگوں کی رہبری کریں، اور ہم نے انکی طرف نیک کام کرنے، نماز قائم کرنے، اور زکوٰۃ دینے کی وحی (تلقین) کی اور وہ سب کے سب ہمارے عبادت گذار بندے تھے''۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا اسلوب دعوت

حضرت یوسف علیہ السلام کی شان میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''کریم ابن الکریم ابن الکریم، یوسف نبی اللہ ابن نبی اللہ، ابن نبی اللہ، ابن خلیل اللہ''

(بخاری: کتاب الانبیاء حدیث نمبر. ۳۳۸۲ . ترمذی: کتاب التفسیر، باب ۱۳، حدیث نمبر. ۳۱۱۶).

''شریف، شریف کے بیٹے اور شریف کے پوتے اللہ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام ہیں جو اللہ کے نبی حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے، اللہ کے نبی حضرت اسحاقؑ کے پوتے اور اللہ کے دوست حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پرپوتے ہیں''۔

آپ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مستقل ایک سورت نازل فرمائی ہے، جو آپ کے بچپن سے لیکر وفات تک کے اہم حالات وواقعات پر مشتمل ہے، کہ گردشِ ایام کے کتنے مصائب کا آپ نے صبر، حکمت، بردباری اور نبوت کی طاقت سے مقابلہ کیا، آپ فرعون (حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کا نہیں بلکہ فرعون وہ لقب ہے جو مصری حکمرانوں نے اپنے لئے اختیار کیا تھا) کے گھر کے فساد اور اسکے اہل خانہ کے ظلم کے شکار ہوئے، آپ نے اس قوم کے عقائد کو جانا جن میں آپ نے زندگی گذاری تھی، اس قوم کا سب سے بڑا فساد اللہ کے علاوہ بتوں اور گائے کی پرستش تھی، جس کے خلاف آپ نے نہایت حکمت سے تبلیغ کی، آپ کا مفصّل واقعہ تو بڑا طویل ہے، ہم صرف قید خانہ میں آپ کی دعوت کی جانب اشارہ کرتے ہیں۔ ارشادِ قرآنی ہے:

﴿ وَ دَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ

اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ
قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ۭ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ۭ اِنِّىْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ
بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَاۗءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ
وَيَعْقُوْبَ ۭ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ
عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ
ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ
اَسْمَاۗءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا
لِلّٰهِ ۭ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا
يَعْلَمُوْنَ ۝ (یوسف:۳۶/۴۰)

قیدخانہ میں داخلہ کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کی دعوت

اور اس کے ساتھ ہی دو غلام قید خانہ مین داخل ہوئے، ان میں سے ایک نے کہا: میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں شراب کشید کررہا ہوں، دوسرے نے کہا: میں نے دیکھا ہے کہ اپنے سر پر روٹی اٹھائے ہوئے ہوں جسے پرندہ کھارہے ہیں، ہمیں آپ اسکی تعبیر بتلائیے، ہمیں آپ نیک آدمی معلوم ہوتے ہیں، آپ نے فرمایا: یہاں تمہیں جو کھانا دیا جاتا ہے اسکے تمہارے پاس پہنچنے سے پہلے ہی میں اسکی تعبیر بتلادونگا، یہ سب اس علم کی بدولت ہے جو مجھے میرے رب نے عطا کیا ہے۔

(بات یہ ہے کہ) میں نے ان لوگوں کا مذہب چھوڑ دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے، اور جو آخرت کے منکر ہیں، میں اپنے باپ دادوں (یعنی) ابراہیمؑ، اسحاقؑ اور یعقوب علیہ السلام کے دین کا پابند ہوں، ہمیں ہرگز یہ سزاوار نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک کریں، ہم پر اور تمام لوگوں پر یہ اللہ کا خاص فضل ہے، لیکن اکثر لوگ

ناشکری کرتے ہیں۔

سوال: اے میرے قید کے ساتھیوں! کیا کئی متفرّق رب بہتر ہیں یا ایک زبردست (سب پر) غالب اللہ؟ اسکے علاوہ جن کی تم پوجا پاٹ کرتے ہووہ صرف نام ہیں جوتم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لئے ہیں، اللہ نے انکی کوئی سند نازل نہیں فرمائی، فرمانروائی کا اقتدار صرف اللہ ہی کے لئے ہے، اس کا حکم ہے کہ تم سوائے اسکے کسی اور کی عبادت نہ کرو، یہی ٹھیک (راستہ) دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی دعوت کا آغاز

اس نبی کریم نے حکمرانوں کے محلات میں زندگی بسر کی، انکے تمام مفاسد آپ کی نظر میں عیاں تھے، بلکہ عملاً آپ نے ان عالی شان محلات کے باسیوں کے مکر وفریب، شر وفساد اور ظلم وستم کو قید کی صورت میں برداشت کیا اور ایسی قوم میں آپ نے زندگی بسر کی جو بتوں، گائے اور ستاروں کے پجاری تھے، آپ کے سامنے اصلاح کا ایک بڑا میدان تھا، پھر آپ نے اصلاح کا عمل کہاں سے شروع کیا؟ کیا آپ نے اپنی دعوت کا آغاز اپنے جیل کے ساتھیوں کو ظالم حکمرانوں کے خلاف بھڑکانے سے کیا، جو آپ ہی کی طرح ظلماً قید خانہ میں ٹھونس دئے گئے تھے؟ اگر آپ یہ طرز عمل اختیار کرتے تو یقیناً یہ ایک سیاسی راستہ تھا، یا آپ نے فرصت کے لمحات میں اپنی دعوت کو وہیں سے شروع کیا جہاں سے آپ کے آباء واجداد بالخصوص مؤحد اعظم حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور تمام انبیاء علیہ السلام نے شروع کیا تھا؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہرزمانہ میں اور ہرجگہ اصلاح کا واحد راستہ عقیدۂ توحید اور عبادت کو اللہ کے لئے خاص کرنے کی دعوت ہی ہے، اسی لئے آپ نے اپنے عظیم اجدادا

کی پیروی کرتے ہوئے عقیدۂ توحید کو پیش کرنے، مشرکین کے عقائد، اللہ کے علاوہ ان کے بتوں، گائے اور ستاروں کی پرستش پر نکیر کرنے اور انہیں حقیر ثابت کرنے کا صحیح راستہ اختیار کیا۔

توحید کی صدا دیتی اور شرک کا انکار کرتی اس دعوت کو آپ نے اس قول سے تقویت پہنچائی کہ ''اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ'' فرمانروائی کا اقتدار صرف اللہ کے لئے ہے، یہ کون سی حاکمیت ہے؟ پھر آپ نے اس کی تشریح خود ہی فرمائی کہ وہ اللہ کی توحید اور صرف اسی کی عبادت ہے۔

''اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ ؕ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ'' اس نے حکم دیا کہ سوائے اس کے کسی اور کی عبادت نہ کرو، او یہی سیدھا راستہ ہے۔

اور توحید کے تعلق سے فرماتے ہیں ''وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ'' لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ آپ اسی حکومت کے اعلیٰ منصب پر پہنچتے ہیں اور اپنی دعوت اور نبوت پر قائم رہتے ہوئے توحید کی مسلسل دعوت دیتے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں امور کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَقَالَ الْمَلِکُ ائْتُوْنِیْ بِہٖٓ اَسْتَخْلِصْہُ لِنَفْسِیْ ۚ فَلَمَّا کَلَّمَہٗ قَالَ اِنَّکَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَکِیْنٌ اَمِیْنٌ ۝ قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ۝ (یوسف:۵۴/۵۵)

''بادشاہ نے کہا اسے میرے پاس لاؤ تا کہ میں اسے اپنے خاص امور کے لئے مقرر کرلوں، پھر جب اس نے آپ سے بات کی تو کہنے لگا: اب آپ ہمارے یہاں ذی عزت و مرتبت اور امین ہیں، آپ نے کہا: زمین کے خزانہ میرے سپرد کردیجئے کیونکہ میں حفاظت کرنے والا ہوں اور علم بھی رکھتا ہوں''۔

پھر آپ نے اپنے پروردگار کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْکِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۣ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ۝ ﴾ (یوسف : ۱۰۱)

''اے میرے رب تونے مجھے حکومت بخشی اور خواب کی تعبیر کا علم عطا کیا، آسمانوں اور زمین کے بنانے والے! تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا سرپرست ہے، میرا خاتمہ اسلام پر کر اور مجھے صالحین سے ملا دے''۔

اللہ تعالیٰ فرعون کے خاندان کے ایک مؤمن کی زبانی آپ کی دعوت کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

وَلَقَدْ جَآءَکُمْ یُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَیِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِیْ شَکٍّ مِّمَّا جَآءَکُمْ بِہٖ ۭ حَتّٰٓی اِذَا ہَلَکَ قُلْتُمْ لَنْ یَّبْعَثَ اللّٰہُ مِنْۢ بَعْدِہٖ رَسُوْلًا ۭ کَذٰلِکَ یُضِلُّ اللّٰہُ مَنْ ہُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُۨ ۝ (سورہ المؤمن : ۳۴)

''اور اس سے پہلے بھی یوسف تمہارے پاس واضح دلیلیں لے کر آئے تھے، پھر بھی تم ان کی لائی ہوئی تعلیم میں شک وشبہ کرتے رہے، یہاں تک کہ جب ان کی وفات ہوگئی تو تم نے کہا کہ اس کے بعد اللہ کسی اور رسول کو ہرگز نہیں بھیجے گا، اسی طرح اللہ گمراہ کرتا ہے، ہر اس شخص کو جو حد سے بڑھ جانے والا اور شکی ہے''۔

غیر مسلم حکومت میں عہدہ

قرآن مجید نے ہمارے سامنے یوسفؑ کی جو سیرت پیش کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ توحید کی دعوت نہایت ہی اہم ہے اور شرک ایسی برائی ہے جسے ختم کرنے میں مؤمن کو کبھی کوئی نرمی اور مداہنت اختیار نہیں کرنی چاہئے۔ آپ کا یہ واقعہ ہمیں یہ بھی بتلاتا

ہے کہ عقیدہ توحید کے متعلق تمام انبیاءؑ کی دعوت ایک ہے، البتہ فروع میں اختلاف ہے، کسی مسلمان بالخصوص داعی کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی غیر مسلم حکومت کا عہدہ، عقیدۂ توحید کو چھوڑ کر یا اس میں مداہنت اختیار کر کے قبول کرے، یا دین سے برگشتہ ہو کر مشرکین کے بتوں کا مجاور بن بیٹھے، اگر کسی نے ایسا کیا تو اس کا شمار گمراہ مشرکین میں ہوگا۔

قانونی حیثیت سے اگر اسلامی حکومت قائم ہوگئی تو ضروری ہے کہ اللہ کا قانون نافذ کیا جائے، اگر کسی نے ایسا نہیں کیا تو وہ فرمانِ الٰہی کے مطابق کافر ہوگا۔

﴿ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾

(سورہ المائدۃ:۴۴)

''جنہوں نے اللہ کے احکام کے مطابق فیصلہ نہیں کیا تو ایسے لوگ کافر ہیں۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے اقوال کی روشنی میں اگر کوئی شخص اللہ کی شریعت کو حقیر جانے اور اللہ کے علاوہ کسی اور کو حاکم حقیقی سمجھے تو وہ کفرِ اکبر کا مرتکب ہے، اگر اللہ کی شریعت کی قدر کرتے ہوئے اس کے علاوہ کسی کو حاکمِ حقیقی نہ سمجھتے ہوئے صرف اپنے نفسانی خواہشات کے غلبہ کی وجہ سے اللہ کے حکم کے بجائے اپنا حکم چلاتا ہے تو ایسا شخص کفرِ اصغر کا مرتکب ہوگا۔

اللہ کے قانون کے خلاف فیصلہ

اگر اسلامی حکومت قائم نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ ہر نفس کو اتنا ہی مکلّف بناتا ہے، جتنا کہ اسکے بس میں ہے، ایسی حالت میں مسلمان کسی بھی غیر مسلم حکومت کا عہدہ اس شرط پر قبول کر سکتا ہے کہ وہ انصاف پر قائم رہے گا، اور اللہ کی نافرمانی میں انکی اطاعت قبول نہیں کریگا، اور اللہ کے قانون کے خلاف فیصلہ نہیں کرے گا جیسا کہ حضرت یوسفؑ نے کیا۔

آپ نے ایک کافر بادشاہ کی نیابت کا منصب سنبھالا جو اللہ کی شریعت کے

مطابق فیصلے نہیں کرتا تھا، جیسا کہ قرآن میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

''ما کان لیاخذ فی دین الملک'' یعنی اپنے بھائی (بنیامین) کو بادشاہ کے قانون کے رو سے روک نہیں سکتے تھے۔

لیکن آپ نظامِ حکومت کے اعلیٰ منصب پر فائز رہتے ہوئے بھی رعایا کے درمیان انصاف کرتے رہے اور انہیں توحید کی دعوت دیتے رہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اسلوبِ دعوت

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں قوی اور امین کے لقب سے یاد فرمایا ہے، آپ کی دعوت بھی توحید پر ہی مرکوز تھی اور اپنے دامن میں ہدایت اور حکمت کے انوار اور تجلیات سمیٹے ہوئے تھی، آپ نے دنیا کے سب سے بڑے طاغوت اور متکبر حکمران فرعون کے گھر میں پرورش پائی، کفر وطغیان اور ظلم واستبداد کے وہ نمونے دیکھے جن کے تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، آپ نے اپنی قوم بنی اسرائیل پر ذلت ونکبت ظلم وستم بچوں کے قتل اور عورتوں کی درماندگی کے وہ مناظر دیکھے جنہیں آج تک دنیاء انسانیت نے نہیں دیکھا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴾ (قصص/۴)

”بے شک فرعون نے زمین پر سرکشی کر رکھی تھی اور وہاں لوگوں کے گروہ بنا رکھے تھے، ان میں سے ایک گروہ کو کمزور کر رکھا تھا، ان کے لڑکوں کو ذبح کر دیتا تھا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا، بے شک وہ مفسدوں میں سے تھا“۔

بے شک قوم فرعون مشرک وبت پرست تھی، کیا موسیٰ علیہ السلام نے اس قوم کے عقیدے کی اصلاح سے اپنی دعوت کا آغاز کیا، یا بنی اسرائیل کے حقوق کے مطالبے، اسلامی سلطنت کے قیام کی جدوجہد ظالموں اور سرکشوں سے حکومت کی باگ ڈور چھین لینے اور بالخصوص فرعون جیسے ناسمجھ اور سرکش کے خلاف میدانِ کارزار میں قدم رکھنے کے اعلان

سے اپنی دعوت کا آغاز کیا؟ جواب یہی ہے کہ آپ کی دعوت بھی اپنے پیش رو انبیاء علیہ السلام کی دعوت کی طرح تھی، آپ کے رب نے آپ کو توحید کی تلقین اور اپنی رسالت کے لئے چن لیا تھا۔

ارشادِ باری ہے:

وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۝ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ۝ اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ۝ اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ۝ (طہ:۹/۱۴)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ

”کیا تمہیں موسیٰ علیہ السلام کا قصہ معلوم ہے، جب اس نے ایک آگ دیکھی اور اپنے گھر والوں سے کہا: ذرا ٹھہرو! مجھے آگ دکھائی دے رہی ہے، شائد کہ میں تمہارے لئے کوئی انگارہ لے آؤں یا آگ کے پاس راستے کی اطلاع پاؤں، جب وہاں پہنچا تو پکارا گیا: اے موسیٰ! میں ہی تیرا رب ہوں، اپنی جوتیاں اتار دے، میں نے تجھے چن لیا ہے، اب تیری طرف جو کچھ وحی کی جائے اسے بغور سن، بے شک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، تو میری ہی عبادت کر اور میری یاد کے لئے نماز قائم کر۔ یقیناً قیامت آنے والی ہے، جسے میں پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں، تاکہ ہر شخص اپنی کوشش کے مطابق بدلہ پائے“۔

آپ کو رسالت کے آغاز ہی میں عقیدۂ توحید بتلایا گیا اور شخصی طور پر آپ کو مکلّف کیا گیا، پھر آپ کو حکم ہوا کہ اسی دعوت کو لے کر فرعون کے پاس جائیں، ساتھ ہی اللہ نے

آپ کو دعوت کا حکمت بھرا اسلوب بھی بتا دیا، جس سے آپ نے فرعون کا سامنا کیا۔

اللہ سبحانہ، تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فرعون کے پاس جانے کا حکم

﴿ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۱۷﴾ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴾ (النازعات: ۱۷/۱۹)

’’تم فرعون کے پاس جاؤ اس نے سرکشی اختیار کر رکھی ہے اور اس سے کہو کہ کیا تو اپنی درستگی اور اصلاح چاہتا ہے؟ اور میں تیرے رب کی طرف تیری رہنمائی کروں تا کہ تیرے اندر اسکا خوف پیدا ہو‘‘۔

پھر آپ کے بڑے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو نبوت عطا کر کے آپ کے ہاتھوں کو مضبوط کیا، تا کہ اچھی طرح حجت قائم کی جا سکے، پھر دونوں کو دعوت اِلی اللہ میں نرمی کی تعلیم دی گئی، کیونکہ یہ اس شخص کی ہدایت کا اقرب ترین وسیلہ ہے جسے اللہ ہدایت دینا چاہتا ہے، ارشادِ خداوندی ہے:

اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۴۳﴾ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴿۴۴﴾

(طٰہٰ: ۴۳/۴۴)

’’تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اس نے بڑی سرکشی کی ہے، اسے نرمی سے سمجھاؤ شاید کہ وہ سمجھ لے یا ڈر جائے‘‘۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے گفتگو کرنے کا طریقہ

اللہ تعالیٰ نے جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس بھیجا تھا (جو صرف دشمن اسلام ہی نہیں بلکہ اس نے خدائی کا دعویٰ کرنا بھی شروع کر دیا تھا) تو حکم دیا تھا کہ جاؤ اور فرعون کو اپنے رب کی طرف بلاؤ لیکن اس سے نرم لہجے میں بات کرنا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴾ (سورہ طٰہٰ ۴۴)

ترجمہ: ’’تم اس (فرعون) سے نرم لہجے میں گفتگو کرنا تا کہ وہ تمہاری بات قبول کرے یا خدا سے ڈرے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے گفتگو کرنے میں نرم لہجہ اختیار کرنے کا جو حکم دیا ’’یعنی فرعون سے نرم بات کرو شاید وہ سمجھ لے یا ڈر جائے‘‘ یہ بات ہر داعی حق کو ہر وقت سامنے رکھنا ضروری ہے کہ فرعون جیسے سرکش کافر کی موت بھی علم الٰہی میں کفر پر ہی ہونے والی تھی لیکن جب اللہ تعالیٰ اس کی طرف اپنے داعی کو بھیجتے ہیں تو نرم گفتار کی ہدایت کے ساتھ بھیجتے ہیں، جس کی پوری تعمیل کرنے کے باوجود فرعون کا خطاب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس طرح تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا مکالمہ

﴿ قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾ ﴾ (الشعراء ۱۹-۱۸)

ترجمہ: ’’فرعون کہنے لگا (اہا تم ہو) کیا ہم نے بچپن میں تمہاری پرورش نہیں کی تم اس عمر میں برسوں ہمارے پاس رہے اور تم نے وہ حرکت بھی کی تھی (یعنی قبطی کو قتل کیا تھا) اور تم بڑے ناشکرے ہو۔‘‘

فرعون نے پہلا احسان پالنے کا اور دوسرا احسان بڑے ہونے پر رکھنے کا پھر یہ عتاب کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے جو ایک قبطی بغیر ارادہ قتل کے مارا گیا اس پر غصہ و ناراضگی کا اظہار کر کے یہ بھی کہا کہ تم کافروں میں سے ہو گئے کیونکہ فرعون خود خدائی کا دعویدار تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جواب

﴿ فَعَلْتُهَآ إِذًا وَّأَنَا مِنَ الضَّآلِّينَ ﴾ (الشعراء:۲۰)

یعنی میں نے یہ کام اس وقت کیا تھا جبکہ میں ناواقف تھا۔

مراد یہ ہے کہ یہ کام میں نے نبوت سے پہلے کیا تھا جبکہ اس بارے میں مجھے اللہ کا کوئی حکم معلوم نہیں تھا اس کے بعد فرمایا:

﴿ فَفَرَرْتُ مِنكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْمًا وَّجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴾ (الشعراء:۲۱)

ترجمہ: ”پھر مجھ کو ڈر لگا تو میں تمہارے یہاں سے مفرور ہوگیا۔ پھر مجھ کو میرے رب نے دانشمندی عطا فرمائی اور مجھ کو اپنے پیغمبروں میں شامل کردیا“۔

پھر اس کے احسان جتلانے کا جواب یہ دیا کہ تمہارا یہ احسان جتانا صحیح نہیں، کیوں کہ میری پرورش کا معاملہ تمہارے ہی ظلم وعدوان کا نتیجہ تھا کہ تم نے اسرئیلی بچوں کے قتل کا حکم دے رکھا تھا۔ اس لئے والدہ نے مجبور ہو کر مجھے دریا میں ڈالا اور تمہارے گھر تک پہونچنے کی نوبت آئی۔ فرمایا:

﴿ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ أَنْ عَبَّدتَّ بَنِي إِسْرَآءِيلَ ﴾ (الشعراء۲۲)

ترجمہ: ”وہ یہ نعمت ہے جس کا تو مجھ پر احسان رکھتا ہے کہ تو نے بنی اسرئیل کو سخت ذلت میں ڈال رکھا تھا“۔

اس کے بعد جب فرعون نے سوال کیا کہ:

﴿ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِينَ ﴾

یعنی رب العالمین کون ہے؟ اور کیا ہے؟

تو جواب میں فرمایا کہ وہ رب العالمین آسمان وزمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔

اس پر فرعون نے بطور استہزاء حاضرین سے کہا:

﴿ أَلَا تَسْتَمِعُونَ ﴾ یعنی تم سن رہے ہو کہ یہ کیسی بے عقلی کی باتیں کہہ رہا ہے۔

اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ﴿ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَآئِكُمُ الْأَوَّلِينَ ﴾ یعنی تمہارا اور تمہارے باپ دادوں کا بھی وہی رب (پروردگار) ہے اس پر فرعون نے جھنجلا کر کہا:

﴿ إِنَّ رَسُولَكُمُ الَّذِي أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ لَمَجْنُونٌ ﴾ یعنی یہ جو تمہاری طرف اللہ کے رسول ہونے کا مدعی ہے وہ دیوانہ ہے۔

مجنون دیوانہ کا خطاب سن کر بجائے اس کے کہ دیوانہ ہونا اور عاقل ہونا ثابت کرتے اس طرف کوئی التفات ہی نہیں کیا بلکہ اللہ رب العزت کی ایک اور صفت بیان فرمائی حضرت موسیٰ نے کہا:

﴿ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ ﴾ وہ رب ہے مشرق ومغرب کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اگر تم کو کچھ عقل ہو (تو اس کو مان لو)

یہ ایک طویل مکالمہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے درمیان ہو رہا ہے جسے سورہ شعراء میں تین رکوع تک بیان فرمایا گیا ہے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مکالمے میں آخر تک نہ کہیں جذبات کا اظہار ہے نہ اس کی بدگوئی کا جواب ہے نہ اس کی سخت کلامی کے جواب میں کوئی سخت کلمہ ہے بلکہ مسلسل اللہ تعالیٰ کی صفات کمال کا بیان ہے۔

آپ دونوں نے اللہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے فرعون کی ہدایت اور توبہ کی امید کرتے ہوئے اس کو اللہ کی طرف بلایا تا کہ وہ اللہ سے ڈر جائے اور ظلم وشرک کے

بھیانک انجام سے بچ جائے،لیکن فرعون نے آپ دونوں کی نرم اور حکمت سے بھرپور دعوت کو رد کر دیا،حضرت موسیٰؑ نے اپنے نبی ہونے کی بڑی بڑی نشانیاں پیش کیں،لیکن اس سرکش کی سرکشی اور تکذیب زیادہ ہی ہوتی چلی گئی۔قرآن کہتا ہے:

فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿٢١﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿٢٢﴾ فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿٢٣﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿٢٤﴾ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ﴿٢٥﴾ (النازعات:۲۱/۲۵)

’’پھر اس نے جھٹلایا اور نہ مانا، پھر چالبازیاں کرنے کے لئے پلٹا، پھر سب کو جمع کر کے پکار کر بولا: میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں پھر اللہ نے اسے دنیا اور آخر کے عذاب میں پکڑ لیا‘‘۔

بنی اِسرائیل پر مصائب

ارشاد باری ہے:

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْیٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿١٢٧﴾ (الاعراف:۱۲۷)

’’قوم فرعون کے سرداروں نے کہا: کیا تو موسیٰ اور اسکی قوم کو یوں ہی چھوڑ دیگا کہ وہ زمین پر فساد مچاتے پھریں، اور تجھ کو اور تیرے معبودوں کو چھوڑ رکھیں؟ (فرعون نے) کہا: ہم ان کے بیٹوں کو قتل کرائیں گے اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دینگے، ہم کو ان پر ہر طرح کا زور حاصل ہے‘‘۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ان مجرمین کی نظر میں گناہ کیا تھا؟ یہی کہ آپ اللہ کی توحید کے داعی، فرعون اور اسکی بندگی کے منکر تھے، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا موقف ان انسانیت سوز اور درندگی و بربریت سے بھرپور سزاؤں کے مقابل کیا

تھا؟ بس یہی کہ عقیدۂ توحید پر قائم رہا جائے، صبرِ جمیل سے کام لیا جائے، اور ان مصائب کے مقابلہ کے لئے اللہ سے مدد طلب کی جائے، پھر اس صبر اور ثابت قدمی کے نتیجہ میں اللہ کی نصرت کے میٹھے پھل کا انتظار کیا جائے۔

اللہ کی نصرت

﴿قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿١٢٨﴾﴾ (الاعراف:۱۲۸)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا صبر

’’حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا مدد مانگو اور صبر کرو، زمین اللہ کی ہے، اپنے بندوں میں سے جسے وہ چاہتا ہے مالک بنا دیتا ہے، اور آخری کامیابی انہی کی ہوتی ہے جو (اللہ سے) ڈرتے ہیں‘‘۔

جب فرعون اور اس کی قوم کے ایمان لانے کی امید باقی نہیں رہی بلکہ بنی اسرائیل پر اور مصائب بڑھا دے گئے، ایسے عالم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے صرف یہی ایک مطالبہ کیا کہ وہ بنی اسرائیل کو مصر سے نکلنے اور ہجرت کرنے کی اجازت دے، تاکہ وہ اس کے ظلم سے بچنے کے لئے جہاں اللہ چاہے وہاں چلے جائیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ؕ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ؕ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿٤٧﴾ (طہٰ:۴۷)

’’تم دونوں اسکے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم تیرے رب کے پیغمبر ہیں، تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے کے لئے چھوڑ دے اور انہیں سزائیں نہ دے، ہم تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے نشانی لے کر آئے ہیں اور سلامتی ہے اسکے لئے جو ہدایت کی پیروی کرے‘‘۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کا نقطہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت ،توحیدِ ربّانی کی روشن مثال ہے،جو نور اور حکمت سے بھری ہوئی ہے،جس میں مدعوئین کی ہدایت اور انکے گناہوں سے پاک ہونے کی شدید تمنا ہے،اس میں مصائب کو برداشت کرنے ،اور ظلم وتعدّی اور مشکلات کا صبر وحکمت سے مقابلہ کرنے کا عزم ہے،اللہ تعالیٰ سے مؤمنوں کی مدد اور ظالموں کی ہلاکت کی پرزور امید ہے اور ساتھ ہی ان مبلغین کے لئے اچھے انجام کی خوشخبری بھی ہے جو اپنی دعوت سے اللہ کی رضا چاہتے ہیں اور انسانوں کی اصلاح کر کے انہیں اللہ سے جوڑتے اور صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔

آج ہم جن لوگوں کو دعوت دیتے ہیں وہ فرعون سے زیادہ گمراہ نہیں ہیں اور ہم میں سے کوئی موسیٰؑ وہارون علیہما السلام کے برابر ہادی وداعی نہیں ،تو جوحق اللہ تعالیٰ نے اپنے دونوں پیغمبروں کو نہیں دیا کہ مخاطب سے سخت کلامی کریں،اس پر فقرے کسیں۔اس کی توہین کریں وہ حق ہمیں کہاں سے حاصل ہو گیا۔

حضرت ہود علیہ السلام کا اسلوب دعوت

حضرت ہود علیہ السلام کی قوم نے ان کے معجزات دیکھنے کے باوجود ازراہ عناد کہا کہ آپ نے اپنے دعوے پر کوئی دلیل پیش نہیں کی اور ہم آپ کے کہنے سے اپنے معبودوں یعنی بتوں کی پوجا چھوڑنے والے نہیں ہم تو یہی کہتے ہیں کہ تم نے جو ہمارے بتوں کی شان میں بے ادبی کی ہے اس کی وجہ سے تم جنون میں مبتلا ہو گئے ہو۔حضرت ہودؑ نے یہ سب سننے کے بعد جواب دیا:

﴿اِنِّیْۤ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَ اشْهَدُوْۤا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ﴾ (ہود۔۵۴)

ترجمہ: میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں ان بتوں سے بری اور بیزار ہوں جن کو تم اللہ کا شریک مانتے ہو۔

سورہ اعراف میں ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام کو ان کی قوم نے کہا:

﴿اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاهَةٍ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ﴾ (سورہ اعراف: ٦٦)

ترجمہ: ''ہم تو آپ کو بے وقوفی میں مبتلا دیکھتے ہیں اور ہمارا خیال یہ ہے کہ آپ جھوٹ بولنے والوں میں سے ہیں''۔

قوم کے اس دل آزار خطاب کے جواب میں اللہ کے رسول ہودؑ نہ تو ان پر کوئی فقرہ کستے ہیں نہ ان کی ہتک کرتے ہیں، بلکہ جواب میں کہتے ہیں:

﴿یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ وَّ لٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾
(سورہ اعراف: ٦٧)

ترجمہ: ''اے میری قوم کے لوگو مجھ میں کوئی بے وقوفی یا کم عقلی نہیں میں تو رب العالمین کا رسول ہوں''۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا اسلوب دعوت

حضرت شعیب علیہ السلام نے بھی حسب دستور انبیاء رب العالمین کی طرف دعوت دی اوران میں جو بڑا عیب ناپ تول میں کمی کرنے کا تھااس سے باز آنے کی نصیحت فرمائی توان کی قوم نے تمسخر کیا اور توہین آمیز خطاب اس طرح کیا۔

﴿ يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ۝ ﴾ (سورہ ھود :۸۷)

ترجمہ: ''اے شعیب کیا تمہاری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے معبودوں کو چھوڑ دیں اور یہ کہ جن اموال کے ہم مالک ہیں ان میں اپنی مرضی کے موافق جو چاہیں نہ کریں واقعی آپ ہیں بڑے عقل مند دین پر چلنے والے''۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا طعنہ

اُنہوں نے ایک تو یہ طعنہ دیا کہ تم جو نماز پڑھتے ہو یہی تمہیں بے وقوفی کے کام سکھاتی ہے دوسرے یہ کہ مال ہمارا ہے ہم جس طرح چاہیں تصرف کریں اس میں تمہارا یا تمہارے خدا کا کیا حق ہے، تیسرے یہ کہ تمسخر واستہزاء کے انداز میں کہنا کہ آپ ہی ہیں بڑے عقل منداور بہت دین پر چلنے والے لیکن اس کے جواب میں حضرت شعیب نے کہا:

﴿ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝ ﴾ (سورہ ھود:۸۸)

ترجمہ: ''اے میری قوم بھلا یہ بتلاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر قائم ہوں اوراس نے مجھ کو اپنی طرف سے عمدہ دولت یعنی نبوت دی ہو تو پھر میں کیسے اس کی تبلیغ نہ کروں ۔اور میں خود بھی تو اس کے خلاف کوئی عمل نہیں کرتا جو تمہیں بتلاتا ہوں۔ میں تو صرف اصلاح چاہتا ہوں ۔ جہاں تک میری قدرت میں ہے اور مجھ کو جو کچھ اصلاح اور عمل کی توفیق ہو جاتی ہے، وہ صرف اللہ کی ہی مدد ہے میں اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور تمام امور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

انبیاء علیہ السلام کی دعوت کے یہ مختصر سے نمونے تھے جس میں ہر مخاطب اور ہر موقع کے مناسب کلام کرنے میں حکیمانہ اصول اور عنوان اور تعبیر میں حکمت ومصلحت کی رعایتیں جو انبیاء نے اختیار کیں یہی دراصل دعوت کی روح ہے جو حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات سے ہمیں ملتی ہے آپ ﷺ کی دعوت وتبلیغ وعظ ونصیحت میں اس کا بڑا الحاظ رہتا تھا کہ مخاطب پر بار نہ ہونے پائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ جیسے عشاق رسول جن سے کسی وقت بھی اس کا احتمال نہ تھا کہ وہ آپ ﷺ کی باتیں سننے سے اکتا جائیں گے۔لیکن آپ ﷺ کی عادت یہ تھی کہ وعظ ونصیحت روزانہ نہیں بلکہ ہفتہ کے بعض دنوں میں فرماتے تھے تاکہ لوگوں کے کاروبار کا حرج اوران کی طبیعت پر بار نہ ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا:

''یسروا ولا تعسروا وبشروا ولاتنفروا'' (صحیح بخاری کتاب العلم)

لوگوں پر آسانی کرو دشواری نہ پیدا کرو اوران کو اللہ کی رحمت کی خوشخبری سناؤ مایوس یا متنفر نہ کرو۔

آپ ﷺ دعوت واصلاح میں اس کا بڑا اہتمام رکھتے تھے کہ مخاطب کی سبکی یا رسوائی نہ ہو اگر کسی شخص کو کسی غلط یا برے کام میں دیکھتے تو اس کو منع کرنے کے بجائے مجمع کو

مخاطب کر کے فرماتے۔

"مابال اقوال یفعلون کذا"

لوگوں کو کیا ہو گیا کہ فلاں کام کرتے ہیں ،اس طرح مخاطب کو شرمندگی سے بچاتے۔

انبیاء کی دعوت کا عنوان اکثر "یا قوم" سے شروع ہوتا ہے جس میں برادرانہ رشتہ کا اشتراک پہلے جتلا کر آگے اصلاحی کلام کیا جاتا ہے کہ ہم تم تو ایک ہی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے جو دعوتی خط ہرقل شاہ روم کے نام بھیجا اس میں اول تو شاہ روم کو "عظیم الروم" کے لقب سے یاد فرمایا جس میں اس کا جائز اکرام ہے۔اس کے بعد ایمان کی دعوت اس عنوان سے دی۔

﴿ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ ﴾

(سورہ آل عمران:٦٣)

ترجمہ: اے اہل کتاب اس کلمہ کی طرف جلدی سے آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے یعنی یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے۔

جس میں پہلے آپس کا ایک مشترک نقطہ وحدت ذکر کیا کہ توحید کا عقیدہ ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے اس کے بعد عیسائیوں کی غلطی پر متنبہ فرمایا۔

فصل پنجم

حضرت رسول اکرم ﷺ کا اسلوب دعوت

آپ ﷺ **سید الاولین والآخرین، خاتم المرسلین، رحمۃ للعالمین اور حبیب رب العالمین** ﷺ ہیں آپ تمام شریعتوں میں سب سے افضل واکمل شریعت کے مالک ہیں، آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا، بشیر ونذیر اور سراجِ منیر بنا کر روانہ کیا، آپ نے نہ کوئی ایسی بھلائی چھوڑی جو امّت کو نہ بتلائی ہو اور نہ کوئی ایسی برائی چھوڑی جس سے امت کو نہ ڈرایا ہو، اس عظیم پیغمبر نے اپنی دعوت کا آغاز کہاں سے کیا؟

آپ ﷺ کی دعوت کا آغاز

آپ ﷺ نے بھی اپنی دعوت کا آغاز وہیں سے کیا جہاں سے تمام انبیاء علیہ السلام نے اپنی دعوت کی ابتداء کی تھی، یعنی توحید، اللہ کی خالص بندگی اور لاالہ الا اللہ کی دعوت۔

کیا آپ ﷺ یا کسی اور پیغمبر کے تعلق سے یہ تصور بھی کیا جاسکتا ہے کہ وہ اصولِ رسالت کی اصل سے ہٹ کر کسی دوسری چیز سے اپنی دعوت کا آغاز کریں گے؟ رسول اللہ ﷺ کی پہلی آواز جو آپ کی قوم کے کانوں سے ٹکرائی، وہ تھی "قولوا لاالہ الا اللہ" کہہ دو! اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، یہ سنتے ہی متکبرین چیخ پڑے۔

أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَٰهًا وَاحِدًا ۖ إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ﴿٥﴾ وَانْطَلَقَ الْمَلَأُ مِنْهُمْ أَنِ امْشُوا وَاصْبِرُوا عَلَىٰ آلِهَتِكُمْ ۖ إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ يُرَادُ ﴿٦﴾ (سورہ ص:۵/۶)

’’کیا اس نے سارے معبودوں کی جگہ بس ایک معبود بنا ڈالا، واقعی یہ حیرت انگیز بات ہے، ان کے سردار یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ چلتے بنو، اور اپنے معبودوں پر جمے رہو، یقیناً اس بات میں کوئی غرض شامل ہے‘‘۔

آپ اسی دعوت پر مکی زندگی پر محیط تیرہ سال برابر محنت کرتے رہے، قسم۔قسم کے مصائب جھیلنے کے باوجود نہ کبھی تھکتے اور نہ کبھی بیزار ہوتے، آپ ﷺ پر اسلام کے چار ارکان میں سے کوئی رکن بھی فرض نہیں کیا گیا، نماز دسویں سال فرض ہوئی، بس چند اخلاقی احکام تھے جن کا آپ ﷺ اپنی قوم کو حکم دیتے تھے، جیسے صلہ رحمی، پاک دامنی، سچائی وغیرہ، لیکن دعوت کا محور اور مشرکین سے اختلاف یہی عقیدۂ توحید تھا، اور اللہ تعالیٰ نے اسی اصلِ عظیم کو قائم کرنے کا آپ کو حکم دیا تھا، فرمان باری تعالیٰ ہے:

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ﴿٢﴾ أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ ۚ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ ﴿٣﴾ (زمر۲/۳)

’’ہم نے اس کتاب کو تمہاری طرف برحق نازل کیا ہے، لہٰذا تم صرف اللہ ہی کی عبادت کرو دین کو اسی کے لئے خاص کرتے ہوئے، خبردار! دین خالص اللہ ہی کا ہے اور جن لوگوں نے اس کے سوا سرپرست بنا رکھے ہیں (اور یہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ اللہ تک ہماری رسائی کرا دینگے اور اللہ خود ان تمام باتوں کا فیصلہ کریگا جس کے بارے میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں اور اللہ اس شخص کو راہِ راست

غیر مسلموں میں طریقۂ دعوت

نہیں دکھاتا جو جھوٹا اور منکرِ حق ہے۔‘‘ ارشاد ہے:

﴿ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ﴿١١﴾ وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ ﴿١٢﴾ قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٣﴾ قُلِ اللَّهَ أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَهُ دِينِي ﴿١٤﴾ ﴾ (زمر:۱۱/۱۴)

ایک اللہ کی عبادت

(اے نبی ان سے) کہہ دو کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں صرف اللہ کی ہی عبادت کروں دین کو اسکے لئے خالص کرتے ہوئے، اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ سب سے پہلا فرمانبردار بنوں، کہہ دو مجھے تو اپنے رب کی نافرمانی کرتے ہوئے بڑے دن کے عذاب کا خوف لگتا ہے، کہہ دو کہ میں تو اللہ کی ہی عبادت کروں گا، اسکے لئے اپنے دین کو خالص کرتے ہوئے۔

پھر ارشاد فرماتا ہے:

﴿ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيكَ لَهُ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴿١٦٣﴾ ﴾ (الانعام:۱۶۲/۱۶۳)

’’کہہ دو میری نماز میری تمام عبادتیں میری زندگی اور میری موت خالص اللہ کے لئے ہے، جو سارے جہانوں کا رب ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اور مجھ کو اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں سرِ اطاعت خم کرنے والوں میں سب سے پہلا ہوں‘‘۔

ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دعوت کو ساری انسانیت تک پہنچانے اور اسے سچا تسلیم کرانے اور اس پر عمل کرانے کا حکم دیا۔ ارشادِ باری ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿٢١﴾ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ

مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (بقرۃ:۲۲/۲۱)

"اے لوگوں! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا، تاکہ تم (اس کے عذاب سے) بچ سکو، جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی اتار کر اس سے پھل پیدا کر کے تمہیں روزی دی، (خبردار) جانتے بوجھتے اللہ کا مدّ مقابل نہ ٹھراؤ"۔ **پھر ارشاد ہوتا ہے:**

﴿ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ ﴾

(بقرۃ:۱۶۳)

"تم سب کا ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، وہ بہت رحم کرنے والا اور نہایت مہربان ہے"۔ **اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:**

﴿ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِىِّ الْاُمِّىِّ الَّذِىْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ ﴾

(سورہ الاعراف:۱۵۸)

"کہہ دو: اے لوگوں! میں تمام کی طرف اس اللہ کا پیغمبر ہوں جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، اس کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے، اللہ پر ایمان لے آؤ اور اسکے بھیجے ہوئے نبی امّی پر جو کہ اللہ پر اور اسکے احکام پر یقین رکھتا ہے اور اسکی اتباع کرو تا کہ تم راہِ راست پر آ جاؤ"۔

دعوت کا منہج

اس موضوع پر کئی آیات ہیں جن میں سے چند ہم نے اس لئے پیش کیں تا کہ

توحید کی دعوت کے تعلق سے محمد ﷺ کا منہج واضح ہو سکے، اگر احادیث پر نظر ڈالی جائے تو بے شمار احادیث سے یہ ثابت ہوگا کہ آپ ﷺ کی دعوت کا آغاز بھی توحید سے ہوا، اور اختتام بھی توحید پر، اور آپ ﷺ زندگی بھر اسی پر قائم رہے۔

حضرت عمرو بن عبسہ کا واقعہ

عن عمرو بن عبسة المسلميؓ قال كنت انا في الجاهلية اظن ان الناس على ضلالة وانهم ليسوا على شيء وهم يعبدون الاوثان فسمعت برجل بمكة يخبر اخبارا فقعدت على راحلتي فقدمت عليه فاذا رسول الله ﷺ مستخيفا جرى عليه قومه فتلطفت حتى دخلت عليه بمكة فقلت له ماانت؟ قال "انا نبي" فقلت: وما نبي؟ قال: "ارسلني الله" فقلت: وباي شيء ارسلك؟ قال: "ارسلني بصلة الارحام وكسر الاوثان وان يوحد الله لايشرك به شيئا" فقلت: ومن معك على هذا؟ قال: "حر وعبد" قال: ومعه يو مئذ ابوبكر وبلال ممن آمن به......(مسلم: ۱/۵۶۹، كتاب الصلوٰة المسافرين، باب اسلام عمرو بن عبسة حديث ۲۹۴، مسند احمد: ۱۱۲/۴)

"حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں زمانہ جاہلیت میں لوگوں کو گمراہ تصور کرتا تھا اور سمجھتا تھا کہ وہ کسی حقیقت پر نہیں ہیں اور لوگ بتوں کی پرستش کرتے تھے، میں نے مکہ کے ایک آدمی کے متعلق سنا کہ وہ مختلف خبریں دیتا ہے، میں سوار ہو کر مکہ آیا۔ اس وقت محمد ﷺ چھپ چھپ کر دین کی دعوت دے رہے تھے، اور آپ ﷺ کی قوم آپ ﷺ پر جری ہوگئی تھی، میں چھپ کر آپ ﷺ کے متعلق معلومات حاصل کرتا رہا یہاں تک کہ آپ ﷺ کے پاس پہنچ گیا میں نے آپ ﷺ سے پوچھا آپ کون ہیں؟ آپ

نے جواب دیا میں اللہ کا نبی ہوں، میں نے کہا نبی کیا ہوتا ہے؟ فرمایا اللہ نے مجھے اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، میں نے سوال کیا کن چیزوں کا حکم دے کر بھیجا ہے؟ فرمایا: مجھے صلہ رحمی، بتوں کوتوڑنے، اللہ کی توحید اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھرانے کا حکم دے کر بھیجا ہے، میں نے کہا: اس دعوت میں آپ کے ساتھ کون ہیں؟ جواب دیا آزاد بھی غلام بھی، کہتے ہیں کہ اس وقت آپ ﷺ پر ایمان لانے والوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ شامل تھے۔

حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے دربار کا واقعہ

ولما وفد عمرو بن العاص وعبد الله بن ربيعة المخزومي كلما النجاشي ملك الحبشة فقالا له يغريانة باالمسلمين المهاجرين الى الحبشة.

ايها الملك!انه قد صبا الى بلدك منا غلمان سفهاء فارقوا قومهم ولم يدخلوا فى دينك وجاؤا بدين مبتدع لا نعرفه نحن ولا انت ....فسألهم النجاشي فقال:ما هذا الدين الذى فارقتم فيه قومكم ولم تدخلوا دينى ولم تدخلوا دين احد من هذه الامم؟فكان الذى كلمه جعفربن ابى طالب فقال له:

"ايها الملك كنا قوما اهل جاهلية نعبد الاصنام ونأكل الميتة ونأتى الفواحش ونقطع الارحام ونسىء الجوارى يأكل منا القوى الضعيف فكنا على ذلك حتى بعث الله الينا رسولا منا نعرف نسبه وصدقه وامانته وعفافه فدعنا الى الله لنوحده

ونعبده ونخلع ماكنا نحن نعبد وابائنا من دونه من الحجارة والاوثان وامرنابصدق الحديث واداء الامانةوصلة الرحم وحسن الجوار والكف عن المحارم والدماء ونهانا عن الفواحش وقول الزور واكل مال اليتيم وقذف المحصنة، وامرناان نعبدالله وحده لانشرك به شيئا....قال فعدد عليه امور الاسلام...فصدقناه وآمنا به واتبعناه على ما جاء نا به فعبدنا الله وحده ولم نشرك به شيئا وحرمنا الى عبادة الاوثان وان نستحل ما كنا نستحل من الخبائث فلما قهرونا وظلمونا وشقوا علينا وحلوابيننا وبين ديننا خرجنا الى بلدك واخترناك على من سواك ورغبنا فى جوارك ورجونا ان لا نظلم عندك"

"جس وقت عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ المخزومی مشرکین مکہ کی جانب سے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے دربار میں پہنچے اور انہوں نے نجاشی کو ان مسلمانوں کے خلاف اکساتے ہوئے کہا تھا جو مکہ والوں کے ظلم وستم سے تنگ آکر حبشہ میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے تھے"۔

"اے بادشاہ! آپ کے ملک میں کچھ ناسمجھ نوجوان بھاگ کر آئے ہیں، انہوں نے اپنی قوم کا دین چھوڑ دیا ہے، لیکن آپ کے بھی دین میں داخل نہیں ہوئے، بلکہ ایک نیا دین ایجاد کیا ہے جسے نہ ہم جانتے ہیں اور نہ آپ، نجاشی نے مسلمانوں سے سوال کیا کہ وہ کون سا دین ہے جس کے لئے تم نے اپنی قوم کو چھوڑا، نہ میرے دین میں داخل ہوئے اور نہ دوسری قوموں کے دین میں؟ مسلمانوں کے ترجمان حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا:

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا مکالمہ

''اے بادشاہ! ہماری ایسی قوم تھی جو جاہلیت میں مبتلا تھی، ہم بتوں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے، قرابت داروں سے تعلق توڑتے اور ہمسایوں سے بدسلوکی کرتے تھے اور ہم میں سے طاقت ور کمزور کو کھا رہا تھا، ہم ایسی حالت میں تھے کہ اللہ نے ہم میں سے ایک رسول بھیجا، جس کی اعلیٰ نسبی سچائی، امانت داری پاکدامنی سے ہم اچھی طرح واقف تھے، اس نے ہمیں اللہ کی طرف بلایا اور سمجھایا کہ ہم صرف ایک اللہ کو مانیں اور اسی کی عبادت کریں اور اسکے علاوہ جن پتھروں اور بتوں کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے انہیں چھوڑ دیں۔

اس نے ہمیں سچ بولنے امانت ادا کرنے، قرابت جوڑنے پڑوسی سے اچھا سلوک کرنے اور حرام کاری اور خونریزی سے باز رہنے کا حکم دیا اور فواحش میں ملوث ہونے، جھوٹ بولنے، یتیم کا مال کھانے، اور پاک دامن عورتوں پر جھوٹی تہمت لگانے سے منع کیا۔

اس نے ہمیں یہ بھی حکم دیا کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں، اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اس نے ہمیں نماز، روزہ اور زکوٰۃ کا حکم دیا، حضرت جعفرؓ نے اسی طرح کے احکام گنائے، پھر کہا: ہم نے اس پیغمبر کو سچا مانا، اس پر ایمان لائے اور اسکے لائے ہوئے دین کی پیروی کی، چنانچہ ہم نے صرف اللہ کی عبادت کی، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا اور جن باتوں کو اس پیغمبر نے حرام بتایا انہیں حرام مانا اور جن کو حلال بتایا انہیں حلال جانا۔

اس پر ہماری قوم ہم سے بگڑ گئی، اس نے ہم پر ظلم وستم کیا، اور ہمیں ہمارے دین سے پھیرنے کے لئے آزمائشوں اور سزاؤں سے دوچار کیا، تاکہ ہم اللہ کی عبادت چھوڑ کر بت پرستی کی طرف پلٹ جائیں اور جن گندی چیزوں کو ہم حرام سمجھتے ہیں انہیں پھر حلال سمجھنے

لگیں، جب انہوں نے ہم پر بہت قہر وظلم کیا، زمین تنگ کردی، ہمارے اور ہمارے دین کے درمیان روک بن کر کھڑے ہوگئے، تو ہم نے آپ کے ملک کی راہ لی، اور دوسروں پر آپ کو ترجیح دیتے ہوئے آپ کی پناہ میں رہنا پسند کیا، اس امید سے کہ اے بادشاہ آپ کے پاس ہم پر ظلم نہیں کیا جائیگا''۔ (مسند احمد: ۱ /۲۰۲)

ابوسفیان سے سوال

ہرقل (روم کے بادشاہ) نے صلح حدیبیہ کے وقفے میں اللہ کے رسول ﷺ کا حال ابوسفیان سے پوچھا: مایأمر کم؟ وہ تمہیں کن باتوں کا حکم دیتے ہیں؟ ابوسفیان نے جواب دیتے ہوئے کہا تھا: ''یقول اعبدوا اللہ وحدہ ولا تشرکوا بہ شیئا واترکوا مایقول آباؤکم، ویأمر بالصلوٰۃ والصدق والعفاف والصلۃ''
(بخاری: کتاب بدء الوحی، حدیث ٦)

''وہ کہتے ہیں: کہ صرف اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ، تمہارے باپ دادا جو کچھ کہتے ہیں اس کو چھوڑ دو، اور وہ ہمیں نماز، سچائی، پرہیزگاری، پاک دامنی اور قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتے ہیں''۔

توحید کی وجہ سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر مصائب

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو عقیدۂ توحید ایک اللہ کی عبادت کو مضبوطی سے تھام لینے اور شرک وکفر کے انکار کی وجہ سے بے پناہ مصائب کا شکار ہونا پڑا۔

رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے چچا ابوطالب کی وجہ سے محفوظ رکھا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے قبیلے کی وجہ سے محفوظ ہوگئے، باقی تمام کو مشرکین چلچلاتی دھوپ میں

لوہے کی زرہیں پہنا کر ڈال دیتے، ان میں سے کوئی ایسا نہیں تھا جس نے مشرکین کا کہا مانا ہو، ان کی جان اللہ کے لئے ان پر ذلیل کر دی گئی اور وہ اپنی قوم میں ذلیل کئے گئے، ان کی گردن میں رسّی ڈال کر لڑکوں کے حوالے کر دیا جاتا، وہ ان کو مکہ کے گلی کوچوں میں گھسیٹتے پھرتے اور وہ برابر کہتے رہتے ''احد، احد'' یعنی اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے۔

(مستدرک حاکم: ۲۴۸/۳ سیر اعلام النبلاء للذہبی: ۳۴۸/۱. الاستیعاب لابن عبدالبرّ: ۱۴۵/۱، ۱۴۶. حلیة الاولیاء للاصفہانی: ۱۴۹/۱)

حضرت بلال

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ امیہ بن خلف گرمی کے دنوں میں سخت دھوپ کے وقت حضرت بلالؓ کو تپتے ہوئے میدان میں پیٹھ کے بل گرا دیتا، پھر ایک بھاری چٹان آپ کے سینے پر رکھ دیتا اور کہتا: اللہ کی قسم! تجھے یا تو اسی طرح مرنا ہوگا یا محمّدؐ کا انکار کر کے لات وعزّی کی عبادت کرنی ہوگی، اس مصیبت کے عالم میں بھی آپ کی زبان سے ''احد، احد'' نکلتا رہتا، یعنی اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے۔ **(سیرت ابن ہشام: ۳۱۸/۱)**

حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا

حضرت سمیّہ رضی اللہ عنہا کو عقیدۂ توحید کے اقرار کی وجہ سے زندگی کی آخری ہچکی تک سزا دی گئی، کیا یہ تکالیف آپ کو اس لئے دی گئیں کہ آپ سیاسی لیڈر تھیں؟

مجاہدؒ کہتے ہیں: اسلام میں سب سے پہلے شہید ہونے والی حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت سمیّہ رضی اللہ عنہ ہیں، ابوجہل نے ان کی شرم گاہ میں نیزہ مار کر انہیں شہید کر دیا۔

ابن سعدؒ کہتے ہیں: وہ مکہ میں پہلے پہل ایمان لانے والوں میں سے ایک تھیں، اوران لوگوں میں سے ایک تھیں جنہیں اللہ کے لئے ایذا دی گئیں تا کہ وہ اسلام سے

برگشتہ ہو جائیں، لیکن آپ نے نہایت صبر سے ان سزاؤں کا سامنا کیا یہاں تک کہ ایک دن ابوجہل کا ان پر سے گذر ہوا اور نیزہ اٹھا کر ان کی شرم گاہ میں مارا اور آپ وہیں تڑپ تڑپ کر مر گئیں۔

مدنی دور میں توحید کا اہتمام

رسول اکرم ﷺ اور صحابہ ءکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مدینہ ہجرت کرنے اور انصار ومہاجرین کے کندھوں پر اسلامی ریاست کے قائم ہونے کے بعد بھی توحید کا اہتمام پہلے سے کہیں زیادہ ہوگیا، توحید کی اہمیت پر قرآنی آیتیں مسلسل نازل ہوتی رہیں اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اسی مرکز ومحور پر گردش کرتی رہیں۔

''وعن عوف بن مالک الاشجعیؓ قال: کنا عند رسول الله ﷺ تسعة او ثمانية او سبعة فقال: الا تبايعون رسول الله؟ فقلنا قد بايعناک يارسول الله! ثم قال الا تبايعون رسول الله؟ قال: فبسطنا ايدينا وقلنا: قد بايعناک يا رسول الله، فعلی ما نبايعک؟ قال: "علی ان تعبدوا الله ولا تشرکوا به شيئا، والصلوٰة الخمس، وتطيعوا (واسرّ کلمة خفية) ولا تسألوا الناس شيئا" فلقد رايت بعض اولئک النفر يسقط سوط احدهم فما يسأل احدا يناوله اياه''

رسول اللہ ﷺ کی بیعت

''حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نو یا آٹھ یا سات آدمی اللہ کے رسول ﷺ کی مجلس مبارک میں تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم رسول اللہ ﷺ کے

ہاتھ پر بیعت کرو گے؟ ہم نے کہا اے اللہ کے رسول! ہم تو بیعت کر چکے ہیں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے رسول سے بیعت نہیں کرو گے؟ ہم نے اپنے ہاتھ بڑھادئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! جب ہم آپ سے بیعت کر چکے ہیں تو پھر اب کس چیز پر بیعت کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

اس بات پر کہ اللہ کے علاوہ کسی کی عبات نہیں کرو گے، اسکے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گے، پانچ وقت کی نماز ادا کرو گے، اور اپنے حاکموں کی اطاعت کرو گے اور ایک بات آپ ﷺ نے نہایت آہستگی سے فرمایا: ''اور لوگوں کے آگے کبھی دست سوال دراز نہیں کرو گے''۔ راوی کہتے ہیں: میں نے ان صحابہ میں سے بعض کو دیکھا ہے اگر ان کا چابک بھی زمین پر گر جاتا تو کسی سے اٹھا کر دینے کے لئے نہیں کہتے تھے''۔

(مسلم: کتاب الزکوٰۃ، باب المسئلۃ للناس حدیث ۱۸، ابوداؤد: کتاب الزکوٰۃ باب کراھیۃ المسئلۃ حدیث ۱۶۴۲، احمد: ۱۸۶/۱، ابن ماجہ: کتاب الجہاد، باب البیعۃ، حدیث ۲۸۶۷، نسائی: ۱۸۶/۱)

آپ ﷺ اپنے مبلغوں، معلموں، قاضیوں اور گورنروں کو مختلف ممالک کے بادشاہوں کے پاس توحید کی دعوت دے کر بھیجتے تھے۔

آپ ﷺ نے قیصر کی جانب جو خطوط روانہ کیا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خط کے ذریعہ آپ ﷺ کا مقصد توحید کی دعوت دینی تھی، جو مندرجہ ذیل الفاظ پر مشتمل تھا۔

آپ ﷺ کا خط شاہ ہرقل کے نام

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے، اللہ کے بندے اور اسکے رسول محمد ﷺ کی جانب سے شاہِ ہرقل کی طرف۔

سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی، میں تجھے اسلام کے منشور کی

طرف بلاتا ہوں، اسلام لائے گا تو سلامتی میں رہے گا، اللہ تجھے دوہرا ثواب عطا کریگا، اگر تو نے اعراض کیا تو تجھ پر تیری رعایا کا بھی گناہ ہوگا۔

اے اہلِ کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کو نہ پوجیں، اس کے ساتھ کسی اور چیز کو شریک نہ کریں اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو رب نہ بنائیں، پھر اگر یہ لوگ رخ پھیر لیں تو کہدو کہ تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔ (بخاری: کتاب الوحی، باب ۷، حدیث ۶، مسند احمد: ۲۶۲/۱)

جس وقت یہ خط ہرقل کے پاس پہنچا، اس نے قریش کے قافلہ سے ابوسفیان بن حرب (جو اس وقت کافر تھے) کو بلا بھیجا، وہ اس مدت میں تجارت کے لئے ملک شام آئے ہوئے تھے، جس میں کہ آپ ﷺ نے قریش سے حدیبیہ کے مقام پر دس سال کے لئے صلح کی تھی، وہ ایلیاء (یروشلم) میں قیصر کے پاس لائے گئے، اس نے آپ ؐ کے تعلق سے ابوسفیان سے کئی سوالات کئے، جن میں سے ایک سوال یہ بھی تھا۔

یہ پیغمبر تمہیں کن باتوں کا حکم دیتے ہیں؟

ابوسفیان نے کہا: وہ کہتے ہیں ''صرف اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، تمہارے باپ دادا جو کچھ کہتے تھے اسے چھوڑ دو، ہمیں نماز، سچائی، پرہیزگاری، پاک دامنی اور قرابت داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیتے ہیں''۔

آپ ﷺ اپنی فوج کو کلمۂ توحید کی بلندی کے لئے جہاد کرنے کا حکم دیتے، اور اپنے کمانڈروں کو جنگ شروع کرنے سے پہلے توحید کی دعوت دینے کا حکم دیتے۔

کمانڈروں کو توحید کی دعوت کا حکم

حضرت سلیمان بن وریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب بھی رسول

اللہ ﷺ کسی سریہ یا فوج کو روانہ کرتے تو اسکے کمانڈر کو اپنے اور اپنے مسلمان ساتھیوں کے متعلق اللہ سے ڈرنے اور بھلائی اختیار کرنے کی تاکید کرتے اور فرماتے تھے۔

جب تم مشرکین کا سامنا کرو تو انہیں تین باتوں کی دعوت دو اگر ان میں سے کسی ایک کو مان لیں تو ان کے اس مان لینے کو قبول کرلو، اور ان سے جنگ کرنے سے رک جاؤ، پھر انہیں اپنے مقام سے دارالمہاجرین (مدینہ منورہ) منتقل ہوجانے کی دعوت دو۔

اگر وہ دعوت اسلام کا انکار کردیں تو ان سے جزیہ مانگو، اگر وہ اس کو مان لیں تو تم بھی اس کو مان لو اور ان سے رک جاؤ، اگر وہ اس کا بھی انکار کردیں تو پھر اللہ سے مدد طلب کرکے ان سے جنگ کرو، اگر تم نے کسی قلعہ کا محاصرہ کرلیا، اور وہ لوگ تم سے یہ مطالبہ کریں کہ وہ اللہ کے فیصلہ پر ہتھیار ڈالیں گے، تو تم اسے نہ مانو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ اللہ انکے متعلق کیا فیصلہ فرمائیگا، بلکہ انہیں اپنے فیصلہ پر ہتھیار ڈالنے کے لئے کہو، اس کے بعد ان کے تعلق سے جو فیصلہ تم کرنا چاہو کرو۔

(مسلم: کتا ب الجهاد، باب تأمیر الامام علی البعوث، حدیث ۳، ابو دائود: کتاب الجهاد، باب فی دعاء المشرکین، حدیث ۲۶۱۲، ترمذی: کتاب السیر باب وضع النبی ﷺ فی القتال، حدیث ۱۶۱۷، ابن ماجه: حدیث ۲۸۵۸)

قاضیوں کو نصیحت

رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر، قاضی اور معلم بنا کر بھیجا اور یہ نصیحت فرمائی:

"تم اہلِ کتاب کے پاس جارہے ہو، انہیں سب سے پہلے لاالٰہ الااللہ کی گواہی دینے کی طرف بلاؤ، دوسری روایت میں ہے انہیں اللہ کی توحید اور میری رسالت کی طرف بلاؤ، اگر انہوں نے تمہارا کہا مان لیا تو انہیں بتاؤ کہ اللہ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں اگر انہوں نے یہ بھی مان لیا تو انہیں بتاؤ کہ اللہ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی

ہے، جو انکے مالداروں سے لیکر انہیں کے ضرورت مندوں پر خرچ کی جائے گی۔ اگر وہ اسے بھی مان لیں تو تم (زکوٰۃ لیتے وقت) ان کے اچھے اور پسندیدہ مالوں سے دور رہو، اور مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ اسکے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے"۔

(بخاری: کتاب المغازی، باب بعث ابی موسی ومعاذ بن جبل الی لیمن قبل حجة الوداع، حدیث ۴۳۴۷، کتاب التوحید، باب ماجاء فی دعاء النبی الی توحید اللہ، حدیث ۷۳۷۲، مسلم: کتاب اِلایمان باب الدعاء الی الشهادتین وشرائع لاِسلام، حدیث ۳۰۲۹)

اللہ تعالیٰ نے توحید کو قائم کرنے اور زمین کو شرک کی نجاست سے پاک کرنے کے لئے ہی جہاد کو فرض کیا، ارشاد ہے:

﴿ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ۭ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَي الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (البقرۃ/۱۹۳)

"ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کا ہوجائے، اگر وہ رک جائیں، (تو تم بھی رک جاؤ) زیادتی ظالموں پر ہی ہے"۔

ابنِ جریرؒ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یعنی آپ ان سے اس وقت تک جہاد کرتے رہیں جب تک کہ اللہ کے ساتھ شرک ختم نہ ہوجائے اور صرف اللہ کی ہی عبادت ہونے لگے، بتوں، خداؤں او رشریکوں کی عبادت ختم ہوجائے، عبادت اور اطاعت بتوں کے بجائے صرف اللہ کی ہی ہو۔

دین کا مطلب

قتادہؒ کہتے ہیں جب تک شرک ختم نہ ہو، اس تفسیر کی سندیں قتادۃ، مجاہد سدیؒ، او رابن عباس رضی اللہ عنہ تک پہنچتی ہیں۔ امام ابن جریرؒ کہتے ہیں: یہاں دین سے مراد اوامر اور نواہی میں اللہ کی عبادت اور اطاعت ہے، پھر آپ نے اس کی سند کو ربیع تک ذکر کیا،

’’ویکون الدین للہ‘‘ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں یہاں تک کہ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کی جائے اور وہ لا الـہ الا اللہ ہے، رسول ﷺ نے اسی کی دعوت دی اور اسی کے لئے جہاد کیا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

’’قال رسول اللہ ﷺ امرت ان اقاتل الناس حتی یشھدوا الااله الاالله فمن قال لا اله الا الله فقد عصم منی ماله ونفسه الا بحقه وحسابه علی الله‘‘

(مسلم: کتاب الایمان باب ۸، حدیث ۳۵ ،ترمذی: کتاب التفسیر ،تفسیر سورۃ الغاشیۃ حدیث ۳۳۴۱،ابن ماجۃ: حدیث ۳۹۸۲)

’’رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جہاد کروں جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کو مان نہ لیں، جس نے لا الہ الا اللہ کہا مجھ سے اس نے اپنا مال اور جان بچالیا مگر اسلام کے حق سے اور اس کا حساب اللہ پر ہے‘‘۔

مرتدین کے خلاف جنگ

’’جب خلیفۃ الرسول ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرتدین اور مانعینِ زکوٰۃ سے جنگ کرنے کی ٹھانی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا تھا: آپ لوگوں سے کیسے جنگ کریں گے جب کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے مجھے لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرنے کا حکم دیا گیا جب تک کہ تمام لوگ لا الـہ الا اللہ کی گواہی نہ دیں، جس نے یہ کہہ دیا تو اس کا مال اور جان مجھ سے محفوظ ہے اور اس کا حساب اللہ پر ہے‘‘۔

توحید اور کفر کے درمیان معرکہ

اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہ السلام کی ربانی تعلیمات میں سب سے اہم چیز

توحید ہے، یہی چیز پیغمبروں اور انکے دشمنوں کے درمیان معرکہ کا باعث بنی، اسی کے خلاف تمام پیغمبر تادم کمربستہ رہے۔

ہم نے گذشتہ صفحات میں امام الحنفاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بت شکنی کے واقعہ کو بالتفصیل ذکر کیا تھا اور یہ بات بھی بتایا تھا کہ آپ نے کس طرح ہر اس ذریعہ کو بند کردیا جس کی وجہ سے شیطان انسانوں کے لئے اپنی عبادت کی راہیں نکالتا ہے، چاہے وہ آلھۃ (خداؤں) کے نام پر ہوں یا کسی اور کے نام پر اور کسی گمراہ کن طریقے اور شعائر پر۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَ الْعُزّٰى ۝ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ۝ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ۝ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ۝ اِنْ هِىَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ۝ ﴾ **(النجم:۱۹/۲۳)**

’’کیا تم نے لات اور عزی اور تیسرے منات پر غور کیا ہے؟ کیا تمہارے لئے بیٹے ہیں اور اللہ کے لئے بیٹیاں، یہ تو بڑی بے انصاف تقسیم ہے، دراصل یہ صرف نام ہیں جو تم نے اور تمہارے آباواجداد نے رکھ لئے ہیں، اللہ نے اسکی کوئی سند نازل نہیں کی ہے، یہ صرف اپنے وہم وگمان اور خواہشات نفس کے پیچھے بھاگ رہے ہیں اور جب کہ انکے رب کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آچکی ہے‘‘۔

غور کیجئے کہ مشرکین کے معبودوں کی اس سے زیادہ اور کیا تحقیر ہوسکتی ہے فرمان الٰہی ہے:

﴿ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۝ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِىْ بِهِ الرِّيْحُ فِىْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝ ﴾

(الحج:۳۰/۳۱)

''تم بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹی بات سے پرہیز کرو، اللہ کے لئے یکسو ہو کر رہو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے گویا وہ آسمان سے گر پڑا، اب یا تو اسے پرندے اچک کر لے جائیں گے یا ہوا کسی دور دراز جگہ پھینک دیگی''۔

فرمانِ باری ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ **(المائدہ : ۹۰)**

''اے ایمان والوں! شراب، جوا، بت اور پانسے یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے بچتے رہو، تاکہ تم فلاح پاؤ''۔

عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کی گذری ہوئی حدیث میں ہے، میں نے آپ ﷺ سے سوال کیا: کیا اللہ نے آپ کو رسول بنایا ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: ہاں، میں نے کہا: کیا احکامات دئے ہیں؟ فرمایا: ''یہ کہ صرف اللہ کی عبادت کی جائے اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے، بتوں کو توڑا جائے اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کی جائے''۔ **(مسلم)**

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے دربار میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

''یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ایک رسول بھیجا، جن کی سچائی، پاک دامنی اور وقار کو ہم جانتے ہیں، اس نے ہمیں اللہ کی طرف بلایا کہ ہم اس کو ایک امان کر صرف اسی کی عبادت کریں، ہم اور ہمارے باپ دادا اللہ کو چھوڑ کر جن بتوں اور پتھروں کی پرستش کرتے ہوئے چلے آرہے ہیں انہیں چھوڑ دیں''۔ **(مسند احمد)**

ابوسفیان نے شاہِ روم ہرقل سے کہا تھا: ''وہ ہمیں کہتے ہیں کہ صرف اللہ کی

عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، تمہارے باپ دادا جو کچھ کرتے ہیں چھوڑ دو، اور ہمیں نماز، سچائی، پرہیزگاری، پاک دامنی اور قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتے ہیں''۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ان اللہ بعثنی رحمة للعالمین، وھدی للعالمین، وامرنی ربی بمحق المعارف والمزا میر والاوثان والصلیب وامرا الجاھلیة ..'' **(الحدیث)**

''اللہ نے مجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور میرے رب نے مجھے موسیقی اور گانے بجانے کے آلات، بت، صلیب اور جاہلیت کے تمام امور ختم کرنے کا حکم دیا ہے''۔

رسول اللہ ﷺ کی قرآن کی سچی تعلیمات کے ذریعے اسلام کی کھلی تبلیغ اور بت پرستی پر یلغار نے مشرک سرداروں کا قافیہ تنگ کر ناطقہ بند کر دیا اور حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس میں نرمی نہیں برتی جاسکتی۔

حضرت محمد ﷺ کی شکایت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

''جب ابوطالب بیمار ہوئے تو قریش کا ایک وفد ان کی خدمت میں آیا جن میں ابوجہل بھی تھا، انہوں نے کہا: آپ کا بھتیجہ ہمارے معبودوں کی برائی کرتا ہے اور یہ یہ کہتا رہتا ہے، آپ اسے اس کام سے باز رکھیں''۔

ابوطالب نے آپ ﷺ کو بلایا، آپ ﷺ گھر میں تشریف لائے تو ابوطالب نے

کہا: بھتیجے! یہ آپ کی قوم آپ کی شکایت لے کر میرے پاس آئی ہے کہ آپ ان کے خداؤں کی برائی کرتے ہیں اور اس اس طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں: انہوں نے بہت سی باتیں کیں آخر آپ ﷺ نے بولنے کی اجازت چاہی اور فرمایا:

چچا جان! میں ان سے صرف ایک بات ایسی کہلوانا چاہتا ہوں اگر وہ اسے قبول کرلیں تو عرب انکے آگے سرنگوں ہو جائے گا اور عجم انہیں جزیہ دے گا۔ آپ ﷺ کی بات سن کر وفد گھبرا گیا اور کہنے لگا:

ایک بات ہی نہیں تمہارے باپ کی قسم! دس باتیں بھی مان لیں گے بتاؤ تو سہی آخر وہ ایک بات کون سی ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ”لاالہ الاالله“ (اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں) یہ سنتے ہی مشرکین کپڑے جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ کہنے لگے: کیا اس نے سارے خداؤں کی جگہ بس ایک ہی خدا بنا ڈالا یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔

(مسند احمد ۱/۳۶۲، ترمذی: باب تفسیر سورۃ اخلاص، حدیث ۳۲۳۲)

رسول اللہ ﷺ کو دولت اور عورت کی پیش کش

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ”قریش ایک دن جمع ہوئے اور آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ کسی اچھے جادو جاننے والے کاہن اور شاعر شخص کو لاکر اس شخص (یعنی رسول اللہ ﷺ) سے بات کرائی جائے جس نے ہماری جماعت میں پھوٹ ڈال دیا، شیرازہ منتشر کر ڈالا اور ہمارے دین میں عیب نکالے، تاکہ دیکھا جائے کہ وہ کیا جواب دیتا ہے، تمام نے کہا: ان خصائل کا حامل صرف عتبہ بن ربیعہ ہے، لوگوں نے کہا: اے ابوالولید! آپ کوشش کرکے دیکھیں، عتبہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے محمد ﷺ آپ بہتر ہیں یا (آپ کے والد) عبداللہ؟

آپ ﷺ خاموش رہے پھر کہا آپ بہتر ہیں یا (آپ ﷺ کے دادا) عبدالمطلب؟ آپ ﷺ پھر بھی خاموش رہے، پھر کہا: اگر آپ ﷺ انہیں اپنے سے بہتر مانتے ہیں تو انہوں نے بھی انہی خداؤں کی پرستش کی ہے، جن کے عیب آپ ﷺ بیان کر رہے ہیں، اگر آپ ﷺ اپنے کو ان سے بہتر سمجھ رہے ہوں تو آپ ﷺ ارشاد فرمائیں ہم سنیں گے، کیونکہ ہم نے آج تک آپ ﷺ کی قوم میں کوئی کمزوری نہیں دیکھی جو آپ ﷺ سے زیادہ بدشگون ہو۔

آپ ﷺ نے ہماری جماعت میں پھوٹ ڈال دی، صفوں میں انتشار پھیلایا، ہمارے دین میں عیب نکالے اور ہمیں عرب میں رسوا کر دیا، یہاں تک کہ لوگوں میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ قریش میں ایک جادوگر پیدا ہوا ہے اور کاہن نکلا ہے، اللہ کی قسم! اب ہمیں اس کے علاوہ کچھ سجھائی نہیں دیتا کہ ہم ایک دوسرے پر تلواریں سونت کر پل پڑیں اور آپس میں ہی ایک دوسرے کو فنا کے گھاٹ اتار دیں۔

اے آدمی! اگر آپ ﷺ کی کوئی ضرورت ہو تو بتا دیں تاکہ دولت کے انبار آپ ﷺ کے قدموں پر لگا دیں اور آپ ﷺ مکہ کے سب سے بڑے رئیس اور مالدار بن جائیں۔

اگر حسین وجمیل عورتوں کی خواہش ہے تو قریش کی ایک نہیں دس عورتوں سے شادی کرادیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا آپ فارغ ہوگئے؟ اس نے کہا: ہاں، آپ نے فرمایا: اب میری سنو، اس نے کہا: ٹھیک ہے سنوں گا، آپ ﷺ نے فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۲ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝۳ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝۴ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ۝۵ (حم السجدۃ: ۱/۵)

"یہ رحمٰن ورحیم کی طرف سے نازل کی ہوئی ایسی کتاب ہے جس کی آیات کھول کھول کر بیان کردی گئی ہیں، عربی قرآن، ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں، جو بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہے، لیکن ان میں سے اکثر نے منھ موڑا اور وہ سنتے نہیں ہیں، کہتے ہیں کہ جس چیز کیطرف تم ہم کو بلاتے ہو اسکے لئے ہمارے دلوں پر پردہ پڑا ہوا ہے، ہمارے کانوں میں بہرا پن ہے، اور ہمارے تمہارے درمیان ایک پردہ حائل ہے، تم اپنا کام کرو، ہم بھی اپنا کام کریں گے" الخ۔

عتبہ دونوں ہاتھ پیچھے زمین پر ٹیک لگا کر چپ چاپ سنتا رہا، جس وقت آپ ﷺ اس آیت پر پہنچے:

فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ

(اگر اب بھی یہ روگردانی کریں تو آپ فرمادیں میں تمہیں اس کڑک سے ڈراتا ہوں جو عاد وثمود کی کڑک کی طرح ہوگی) عتبہ نے سنا تو چلا اٹھا: بس کریں بس کریں کیا آپ کے پاس اسکے علاوہ بھی کچھ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "کچھ نہیں" عتبہ اٹھا اور قریش کے پاس آیا، لوگوں نے پوچھا کیا خبر لائے ہو؟

اس نے کہا ہر وہ بات جو تم اس سے کرنا چاہتے تھے میں نے کی، لوگوں نے کہا: "پھر اس نے کیا جواب دیا؟" اس نے کہا: "رب کعبہ کی قسم میں اسکی کوئی بات سمجھ نہیں سکا سوائے اس کے کہ اس نے تمہیں اس کڑک سے ڈرایا ہے جو عاد وثمود کی کڑک کی طرح ہے" لوگوں نے کہا: "افسوس وہ تم سے عربی میں بات کر رہا تھا اور تم اتنا بھی سمجھ نہیں پائے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے" اس نے کہا: اللہ کی قسم میں کڑک کے سوا کچھ نہیں سمجھ سکا۔"

(منتخب مسند عبد بن حمید: حدیث ۱۱۴۱، مسند ابویعلی الموصلی: ۱۰۱)

یہ جنگ زبانی، نفسیاتی اور دلائل کی جنگ تھی جو مشرکین پر گہری تنقید ان کے معبودوں کی تحقیر اور انکے عقل مندوں کو نادان اور انہیں گمراہ اور جاہل ثابت کرنے کے لئے

غیر مسلموں میں طریقۂ دعوت

تھی، تا کہ جو برباد ہونا چاہے دلائل کے ظاہر ہونے کے بعد برباد ہو اور جو زندہ رہنا چاہے ذلت سے زندہ رہے۔

زمین کی بتوں سے تطہیر

جب مسلمانوں کی ایک اسلامی اسٹیٹ کا قیام عمل میں آیا تو آپ ﷺ نے بتوں کو توڑنے اور انکی نجاست سے زمین کو پاک کرنے کا عملی قدم اٹھایا، کیونکہ نسلِ انسانی کو سب سے بڑا خطرہ انہیں سے لاحق ہے، اسی لئے امام الحنفاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خصوصی دعا کرنی پڑی۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام کی دعا

﴿ وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَن نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ ۝ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ ﴾ (ابراہیم: ۳۶،۳۵)

"اے اللہ! مجھ کو اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچانا، میرے پروردگار ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کردیا ہے، اسی لئے آپ ﷺ نے زمین کو بتوں سے پاک کرنے کی ٹھانی اور قبروں کو برابر کرنے کا حکم دیا، کیونکہ یہ بھی انسانوں کو گمراہ کرنے میں بتوں ہی کی طرح ہیں"۔

وعن جرير بن عبد الله البجلي رضي الله عنه قال: "كان بيت في الجاهلية يقال له: ذى الخلصة، والكعبة الشامية، فقال لى النبى ﷺ الا تريحنى من ذى الخلصة؟ فنفرت في خمسين ومئة فارس من احمس، فكسرناه وقتلنا من وجدنا عنده، فأتيت النبى ﷺ فأخبرته، فدعا لنا ولأحمس" وفى لفظ للبخارى "كان ذو الخلصة بيتا باليمن

لخثعم وبجيلة فيه نصب تعبد يقال له: الكعبة".

(بخاری: کتاب المغازی، این رکز النبیؐ رأیته یوم الفتح، حدیث ۴۲۸۷. مسلم کتاب الجهاد باب ازالة الاصنام، حدیث ۴۷۲۰. ترمذی: حدیث ۳۱۳۸ . مسند احمد: ۱/۳۷۷)

بتوں کے گھر کو توڑنے پر مسرت کا اظہار

''حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کہ زمانۂ جاہلیت میں (یمن میں) ایک گھر تھا جسے **ذوالخلصة، الكعبة اليمانية** جسے **الكعبة الشامية** کہا جاتا تھا، اللہ کے رسول ﷺ نے مجھ سے کہا: ''آپ مجھے ذوالخلصۃ سے راحت کیوں نہیں پہنچاتے؟'' میں قبیلہ احمس کے ڈیڑھ سو سواروں کے ساتھ گیا، اور ذوالخلصہ کو توڑ دیا، اس کے پاس جتنے لوگ پائے ان تمام کو قتل کر دیا، پھر آپ ﷺ کو اس کی تباہی کی خبر دی، آپ ﷺ نے میرے اور قبیلہ احمس کے حق میں دعا فرمائی''۔ (بخاری)

بخاری کے الفاظ یہ ہیں: ''ذوالخلصہ یمن میں قبیلہ خثعم اور بجیلہ کا ایک گھر تھا جس میں بتوں کی پرستش کی جاتی تھی، اسے کعبہ بھی کہا جاتا تھا۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بتوں کا وجود آپ کے لئے بستر کا کانٹا بن گیا تھا، جس سے بے قرار ہو گئے، جب تک ان کا نشان نہیں مٹا دیا گیا نہ آپ ﷺ نے چین لیا اور نہ راحت محسوس کی۔

منات کو توڑنے کا حکم

منات، یثرب کے اوس وخزرج اور ان کے ہم مشربوں کی دیوی تھی، آپ ﷺ نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اسے منہدم کرنے کو روانہ کیا۔

لات کو توڑنے کے لئے مہلت دینے سے انکار

قبیلہ ثقیف کے لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے گذارش کی کہ ان کے بت لات کو تین سال تک نہ توڑا جائے، آپ ﷺ نے نہیں مانا، پھر انہوں نے ایک سال کی مہلت مانگی، آپ ﷺ نے مہلت دینے سے انکار کر دیا، پھر ایک ماہ کی درخواست کی، لیکن آپ ﷺ نے اسے بھی نہیں مانا۔

دراصل یہ چاہتے تھے کہ اگر ان کی دیوی کو چھوڑ دیا جائے تو وہ ان کے مال واسباب، عورتوں اور بچوں کو محفوظ رکھے گی، اگر اس کو نقصان پہنچایا جائے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے سبب انہیں نقصان اٹھانا پڑے، لیکن آپ ﷺ نے ایک دن کی مہلت دئے بغیر حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو اسے ڈھانے کے لئے روانہ فرما دیا۔ **(سیرت ابن ہشام: ۱/۸۵،۸۶)**

طائف میں مسجد بنانے کا حکم

"وعن عثمان بن ابی العاصؓ: ان رسول الله ﷺ امر ان يجعل مسجد الطائف حيث كان طاغيتهم"

(ابن ماجه: کتاب المساجد، حدیث ۷۴۳، ابوداؤد: کتاب الصلوة حدیث ۴۵۰)

''حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے طائف میں اس جگہ مسجد بنانے کا حکم دیا جہاں ان کا بت ہوا کرتا تھا''۔

ابن جریرؒ کہتے ہیں کہ اُنہوں نے لات کا نام اللہ کے نام سے مشتق کر کے رکھا تھا، اللہ کی تانیث انہوں نے ''لات'' سے بنا ڈالی۔

اللہ ان کے باطل اقوال سے بہت بلند ہے، قتادہؒ ابن عباسؓ مجاہد اور ابن زیدؒ کہتے

ہیں کہ: لات ستو گھولا کرتا تھا جب وہ مرگیا تو لوگ اسی کی قبر پر جھکنے لگے اور اس کی پرستش شروع کردی۔ (تفسیر طبری: ۵۸/۲۷، ۵۹، سیرۃ ابن ہشام: ۷۹/۷۸)

امام بخاریؒ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ "اللات و العزّی" کی تفسیر روایت کرتے ہیں کہ لات حاجیوں کا ستو گھولا کرتا تھا۔ **(بخاری: کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ نجم)**

امت کے سب سے بڑے خیر خواہ، ناصح اور امین کو بتوں اور قبروں کی جانب سے امّت کو لاحق ہونے والے خطرے کا احساس زندگی کی آخری سانس تک رہا۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات سے پانچ دن پہلے کی نصیحت

حضرت جندب بن عبداللہ الجبلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو آپ کی وفات سے پانچ دن پہلے یہ فرماتے ہوئے سنا:

"انی أبرأالی اللہ ان یکون لی منکم خلیل، فان اللہ اتخذنی خلیلا کما اتخذ ابراهیم خلیلا، ولو کنت متخذا من امتی خلیلا لاتخذت ابابکر خلیلا، الا وان من کان قبلکم کانوا یتخذون قبور انبیائهم مساجد فانی انهاکم عن ذلک".

(مسلم: کتاب المساجد، باب النھی عن بناء المساجد علی القبور حدیث ۲۳، ابوعوانہ: ۴۰۲/۱ طبرانی: ۱۸۰/۲ حدیث ۱۶۸۶)

"میں اللہ کی جناب میں برأت پیش کرتا ہوں کہ تم میں سے کوئی میرا دوست ہو، کیونکہ اللہ نے مجھے اپنا دوست بنایا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دوست بنایا، اگر میں امت میں کسی کو دوست بناتا تو وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوتے، خبردار! تم سے پہلے لوگ اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو مسجد بنا لیتے تھے، یاد رکھو! قبروں کو مسجد نہ بنانا، میں تم کو اس سے روکتا ہوں"۔

جس وقت آپ ﷺ نے اپنے رفیقِ اعلیٰ کو پسند کرلیا اور موت کا وقت قریب آگیا اس وقت بھی سب سے اہم کام آپ ﷺ نے یہ کیا کہ امت کو قبروں کے فتنے سے آگاہ کیا، لیکن افسوس! امّت کی اکثریت آپ ﷺ کے اس قدر سخت اہتمام کے باوجود اس فتنے کے خطرہ سے بے خبر پڑی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی آخری نصیحتیں

"وعن اسامة بن زیدؓ ان رسول اللہ ﷺ قال فی مرضه الذی مات فیه: "ادخلوا علیّ اصحابی" فدخلوا علیه وهو متقنع ببردة معافریّ فکشف القناع، فقال: لعن اللہ الیهود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائهم مساجد".

(مسند احمد ۲۱۴/۵، طبرانی فی الکبیر: ۱۲۷/۱، حدیث ۳۹۳، مسند طیالسی: حدیث ۸۸، حدیث ۶۳۴)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اپنی اس بیماری میں جس میں کہ آپ ﷺ کا انتقال ہوا فرمایا: "میرے صحابہ کو میرے پاس لاؤ" جب صحابہء کرام رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں تشریف لائے تو آپ ﷺ ایک یمنی چادر منہ پر اوڑھے لیٹے ہوئے تھے۔ آپ نے چہرہ مبارک سے چادر ہٹائی اور فرمایا: "یہود اور نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو کہ جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنالیا"۔

انبیاء علیہ السلام کی دعوت اپنے پہلو میں دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیاں سمیٹے ہوئے ہے، انہوں نے امت کو ہر برائی سے آگاہ کیا ہے، جب ہم قرآن مجید اور سیرت رسول ﷺ کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی دعوتِ توحید نے شرک، مظاہر، وسائل و اسبابِ شرک کے خلاف محاذ آرائی کا ایک وسیع میدان بنالیا تھا، جس میں ان کی عمر اور دعوت کا ایک بڑا حصّہ ہے، ایسا لگتا ہے کہ وہ اسی کام کو سرانجام دینے کے لئے دنیا میں

تشریف لائے۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سرکش اور ظالم حکمرانوں کے خلاف ان کا موقف کیا تھا؟ ان کی سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس معاملہ کو دوسرا درجہ دے رکھا تھا، اس لئے کہ سب سے بڑا ظلم شرک ہے، انبیاء کرام علیہ السلام کا مقصد انسانوں کو صحیح معنوں میں اللہ کا بندہ بنانا ہے نہ کہ کسی سلطنت کے بخئیے ادھیڑ کر دوسرا سریرِ سلطنت آراستہ کرنا۔ فرمانِ باری ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ

’’بے شک اللہ اس (گناہ) کو معاف نہیں کرتا کہ اسکے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے اور اسکے علاوہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے‘‘۔

إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ

اور جو اللہ کے ساتھ شریک کریگا اللہ نے جنت اس پر حرام کردی ہے اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ

’’جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر پرندوں نے اسے اچک لیا یا تیز وتند ہوا نے اسے کسی دور مقام پر گرادیا‘‘۔

آخر میں اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نہج نبوی پر دعوت دینے کی توفیق عطا فرمائے اور تمام انسانیت کی ھدایت کا ذریعہ بنائے۔

﴿أدع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتي هي احسن﴾

ترجمہ: ’’آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ بلائیے اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بحث کیجئے‘‘۔

باب دوم

فصل اوّل

غیر مسلموں میں عملی دعوت کا طریقہ

(فصل اول)

غیر مسلموں میں دعوت کے پانچ اہم اصول

جیسا کہ ابھی ہم نے مختلف انبیاء کی گفتگو جوان کی قوم سے ہوئی پڑھی اوران کے جوابات بھی پڑھے جوانبیاء نے ان کو دیئے ان تجربات کو سامنے رکھتے ہوئے ہم کچھ اصول مرتب کرسکتے ہیں جس میں مخاطب کے لحاظ سے حالات وکیفیات ہوں گے، لیکن یہ چند اُصول داعی کو اپنے ذہن میں متحضر رکھنے میں دعوت کا کام آسان ہوجاتا ہے۔ جیسے:

تمام انسانیت کے لئے ہر روز دعا واستغفار کا معمول بنایا جائے اوراپنی سہولت کے مطابق کسی بھی وقت بلاتفریق مذاہب شروع میں کم سے کم دولوگوں سے ملاقات کی کوشش کی جائے جس میں سب سے پہلے انہیں کلمہ کی دعوت یعنی توحید کی طرف متوجہ کرتے ہوئے تین سوالات کئے جائیں کہ بھائی آپ کوکس نے پیدا کیا دوسرے آپ دنیا میں کس مقصد کے لئے آئے ہیں تیسرے مرنے کے بعد آپ کہاں جائیں گے۔

(۱۔الف) توحید اب اللہ کا مکمل تعارف پیش کیا جائے کہ آپ کوکس نے پیدا کیا، زمین کس نے بنائی آسمان اور دنیا کا نظام کون چلاتا ہے مخاطب کہے گا اوپر والا تو آپ پوچھیں کہ نیچے والوں نے کیا کیا ہے انہوں نے تو صرف اوپر والے کا پیغام پہنچایا ہے تو کیا دونوں برابر ہوسکتے ہیں ہرگز نہیں۔اس طرح مکمل توحید پیش کی جائے۔

(ب) رسالت۔ جب یہ معلوم ہوگیا کہ اُوپر والے نے بھیجا ہے تو ہم کو کیا کرنا ہے اِس کو بھی اُسی کو بتانا چاہئے چاہے وہ خود بتائے یا کسی کے ذریعہ بتائے اس لئے اُس مالک نے حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ ایک کتاب بھیجی ہے جسے قرآن کہتے ہیں جو پوری انسانیت کے لئے اس کے مالک کی طرف سے بھیجی گئی ہے، جس میں انسان کے زندگی گذارنے کا مکمل طریقہ بتایا گیا ہے۔

قرآن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کہہ دیا ہے کہ اس کو دنیا کا کوئی شخص تبدیل نہیں کر سکتا جس کے تقریباً 1400 سال ہوچکے ہیں لیکن آج تک ایک لفظ بھی کوئی بدل نہیں سکا، اس لئے کہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد مکمل قرآن یاد کئے رہتی ہے۔

اس طرح انسان کے پیدا کرنے والے مالک نے انسان کا دھرم قرآن کے روپ میں حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ بھیجا ہے جو ہمیشہ باقی رہے گا اسی لئے اب کسی دوسرے نبی کی ضرورت باقی نہیں اور حضرت محمد ﷺ آخری رسول ہیں۔

اس سے پہلے کی جو کتابیں تھیں ان میں تبدیلی ہوتی رہی اس لئے کہ وہ آخری رسول نہیں تھے۔اب قیامت تک پوری انسانیت کا عمل صرف قرآن اوراس کے شارح حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کے مطابق ہی قبول ہوگا۔جس میں عمل کی دو قسمیں ہیں ایک حقوق اللہ اور دوسرے حقوق العباد۔

(۲۔الف) اعمال صالحہ یعنی حقوق اللہ وحقوق العباد کا مطلب ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی بھی طرح ذات یا صفات میں کسی کو شریک نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی دعا، استغاثہ اور منّت اس کے علاوہ کسی اور سے کی جاسکتی ہے۔ اسی طرح اس کے حکم کے برابر بھی کسی کے حکم کو اہمیت نہیں دی جاسکتی یعنی عبادات صرف اسی کے لئے، اوراسی کے بتا ئے ہوئے طریقے کے مطابق ہونگی جس میں نماز، روزہ، حج، اور زکوٰۃ وغیرہ ہے۔

(ب) حقوق العباد یعنی دنیا میں انسان خود تنہا کوئی چیز حاصل نہیں کر سکتا ایک لقمہ کھانا، یا پانی پینے کے لیے بہت سے لوگوں سے تعاون حاصل کرنا ہوتا ہے تو ان کا بھی حق ادا ہو یعنی ماں باپ، بیوی، شوہر، رشتہ دار، پڑوسی اور ملک و دیگر تمام مخلوقات یعنی جانور، چرند پرند سے لے کر کیڑے مکوڑے تک کے جو حقوق قرآن وحدیث میں آئے ہیں ادا کیئے جائیں۔

(۳) آخرت یعنی ان باتوں پر عمل نہ کرنے والا اللہ تعالی کی ناراضگی کا مستحق ہوگا جس کی وجہ سے انسان دنیا میں بھی پریشانیوں میں مبتلا رہے گا اور مرنے کے بعد جہنم میں سانپ اور بچھو اس کے جسم کو نوچیں گے اسی طرح اندھیرا اور دھواں کے عذاب کے علاوہ پیپ اور خون کے ساتھ کھولتا ہوا پانی پینے کو دیا جائے گا جو بہت سخت گھڑی ہوگی۔

ان سب باتوں سے بچنے کا آسان نسخہ کلمۂ طیبہ کا اقرار ہے پھر اس کے مطابق عمل ہوگا تو بہترین جنت ملے گی جس میں کھانے کی ہر قسم کی نعمتیں رہائش کے مکانات سواریاں اور باغات ونہریں اور ہر قسم کی چیزیں ملیں گی اس لئے فیصلہ جلد کر کے اچھے عمل کی طرف قدم بڑھا دینا چاہیے۔

(۴) :اخلاص داعی کے لئے خصوصاً اس بات کو ذہن میں رکھنے کی ضرورت ہے کہ وہ یہ سب عمل اللہ کے لئے کر رہا ہے جس کے لئے مدعو سے وہ کچھ بھی طلب نہیں رکھتا یعنی ''لا اسألكم عليه اجرا '' والی صفت ہو اور ضرورت کے مطابق مدعو پر ظاہر بھی کردے کہ ہم آپ سے کچھ نہیں چاہتے۔

(۵) :دعوت یعنی جس طرح ہم آپ کو بتا رہے ہیں اسی طرح آپ بھی تمام لوگوں تک اس بات کو پہنچائیں۔اور اس پہنچانے میں اپنا جان مال وقت صرف کریں کہ جس

طرح ہم آپ تک پہنچا رہے ہیں۔ ہمارا مقصد صرف اتنا ہے کہ آپ بھی دنیا اور آخرت میں امن وسکون کی زندگی گذارنے والے بن جائیں۔

اس لیے کہ ہمارے اور آپ کے رسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بتایا ہے کہ جو اپنے لئے پسند کرو وہی دوسروں کے لئے بھی پسند کرو چونکہ ہم نے اپنے لئے قرآن و حدیث والی زندگی کو پسند کیا ہے اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ آپ بھی ہماری بات کو سمجھ کر تسلیم کر لیں تو بہتر ہے ورنہ فیصلہ آپ کا ہے اسلام میں زبردستی کرنے کا حکم نہیں اس لئے کہ قرآن مجید میں کسی کو زبردستی یا دباؤ سے اسلام قبول کروانے سے منع فرمایا گیا ہے اس لئے کہ ایمان کا تعلق دل سے ہوتا ہے نہ کہ ظاہری اعمال سے۔

اس طرح ان پانچ موضوعات کو سامنے رکھتے ہوئے بات کی جائے، پھر ہر روز کسی نماز کے بعد اس کا جائزہ لیا جائے کہ آج میں نے دعوت دی ہے یا نہیں اس کے بعد ہفتہ میں کسی بھی دن عصر تا مغرب تمام احباب مکمل وقت فارغ کریں جس میں ان پانچوں موضوعات کا مذاکرہ اور نئے آنے والوں کے استقبال کے ساتھ ان کی تعلیم وتربیت کا نظم کیا جائے اور ان سے برابر تعلق قائم رکھتے ہوئے اپنی وسعت کے مطابق سہولیات فراہم کرنے کی کوشش کی جائے۔

پھر پورے مہینے کے جائزے کے لئے ہر ماہ کسی ایک دن ظہر سے عصر تک کا وقت تمام احباب فارغ کریں جس میں شہر یا دوسرے شہر کے لوگ پورے ماہ کی کارگذاری پیش کریں اور اگر کوئی مسائل آئے ہوں تو ان کا حل نکالتے ہوئے ایک دوسرے کی حوصلہ افضائی کی جائے اور اگلے ماہ کے کام کی ترتیب وتشکیل کے ساتھ مزید احباب کو جوڑنے کی کوشش کی جائے۔

خلاصہ یہ کہ ہر روز دعا اور دعوت دینے کی نیت کا اہتمام اور کم از کم دو لوگوں سے

ملاقات کی کوشش (مسلم ہو یا غیر مسلم) جس میں پہلی ملاقات میں یہ کہ آپ دنیا میں کہاں سے آئے، کس لئے آئے، اور مرنے کے بعد کہاں جائیں گے۔

پھر دوسری ملاقات میں کلمۂ طیبہ کی مکمل دعوت کے ساتھ اعمال صالحہ پر لانے کی کوشش کی جائے اور آخرت کو ذہن میں بٹھاتے ہوئے اخلاص کے ساتھ دعوت کے کام کو کرنے کی ترغیب دی جائے اس طرح وقت اور حالات کے مطابق ان پانچ موضوعات یعنی (۱) کلمہ (۲) اعمال (۳) آخرت (۴) اخلاص (۵) دعوت پر بات کی جائے۔

جیسے رسول اللہ ﷺ نے صفا پر چڑھ کر فرمایا تھا کہ اس پہاڑ کے پیچھے کی چیز کو جس طرح میں دیکھ رہا ہوں تم نہیں دیکھ رہے ہو اگر میں یہ کہوں کہ ایک لشکر ہے جو حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم اسے قبول کرلو گے تو سبھی نے کہا تھا، کیوں نہیں، اس کے بعد آپ ﷺ نے توحید کی دعوت پیش کی یعنی آخرت کو سامنے رکھتے ہوئے، توحید کی دعوت دی اور اعمال صالحہ کی طرف متوجہ کیا۔

اور دعوت پر آپ ﷺ فرماتے تھے ''**لا اسأ لکم علیه اجر أ**'' پھر اپنا تعارف کراتے ہوئے فرماتے کہ میں'' **ر ب العا لمین**'' کی طرف سے بھیجا گیا ہوں۔

یہی سورہ عصر کا خلاصہ ہے جس میں ایمان اور اعمال صالحہ کی دعوت اور اس پر آنے والی تکلیفوں پر صبر کی تلقین کی گئی ہے یعنی توحید و رسالت اور آخرت کی طرف متوجہ کرتے ہوئے اعمال صالحہ کی دعوت دے اپنا تعارف کرائے کہ میں مخلص اور داعی ہوں یعنی اس میں تین موضوع مخاطب کے لئے اور دو موضوع داعی حضرات کے لئے ہیں۔

اس طرح جو لوگ غیر مسلموں سے بات نہ کر سکتے ہوں وہ کتابوں کے ذریعہ دعوت اس ترتیب سے دے سکتے ہیں سب سے پہلے ''سرشٹی کا سرشٹا کون'' (۲) **لا الـه الا الـلــه** کی گواہی، (۳) ''اذان کا تعارف'' اس کے بعد (۴) ''انتم سند دیشٹا'' جیسی

کتابیں پڑھنے کے لئے دیں جس کی تفصیلی ترتیب مکتبہ پیام امن کی فہرست کتب میں درج ہے یا کسی داعی عملی تجربہ کار سے مشورہ کر کے دیں۔

الحمدللہ اس مختصر سی محنت کے بعد اللہ تعالیٰ نتائج سے بھی نوازتے ہیں، اگر چہ ہم نتیجہ کے مکلّف نہیں ہیں ہمیں تو جو اللہ کی طرف سے حکم ہے اسے پورا کریں تو اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ ضرور پورا فرما کر ہر قسم کی غیبی نصرتوں سے نوازیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری کوششوں کو قبول فرما کر تمام انسانوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔

فصل دوم

غیر مسلموں کو اللہ کی طرف متوجہ کرنے کا مؤثر طریقہ
چند تجربات کی روشنی میں

مندرجہ ذیل اسلوب چند تجربات کی روشنی میں تحریر کیا جا رہا ہے جس سے داعی حضرات کو کافی مدد مل سکتی ہے۔

ملاقات کا طریقہ

- جب کسی انسان سے ملاقات کی غرض سے جائے یا کسی سفر میں ساتھ ہو جائے تو چاہئے کہ سب سے پہلے اپنے رب سے دعا کرے کہ اے مالک اس شخص کی پیشانی کو اپنے سامنے جھکنے کی توفیق دے اور شریعت مصطفوی کے آغوش میں ڈال دے تاکہ یہ جہنم کے اتھاہ سمندر سے نکل کر جنت کے چمن میں اپنا بسیرا کر لے۔
- پھر اس شخص کا نام پوچھے اور اس کی مصروفیات کا جائزہ لے اور اسے گفتگو کرنے کا موقع دے تاکہ اس کے اندر کے حالات اور اس کے عقائد کا صحیح اندازہ لگ سکے۔ اُس کے بعد اس کی آنکھوں کے ذریعہ آپ دیکھیں گے کہ وہ آپ کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا ہوگا یا نفرت کی نگاہوں سے جس سے اندازہ ہو جائے گا کہ آپ کو کس انداز سے گفتگو کرنی ہے یا ابھی مؤخر کرنا بہتر ہے۔

- اب آپ اُس سے کہیں بھائی میں نے آپ سے صرف اس وجہ سے نام وغیرہ معلوم کیا ہے کہ آپ کو میرے اللہ (پرمیشور) نے بنایا ہے۔ آپ کو دیکھ کر ہمارا اللہ (پرمیشور) یاد آرہا ہے کہ آپ کی صورت اللہ نے کس طرح بنائی ہے۔ آپ کی اور ہماری آنکھ ناک کان، دانت وغیرہ، ہم آپ کو اس وقت دیکھ ضرور رہے ہیں لیکن ہم اپنے معبود تک پہونچ رہے ہیں کہ اس نے آپ کی کیسی خوبصورت تصویر بنائی۔
  اللہ نے اپنی بنائی ہوئی مخلوق کی خیر خیریت معلوم کرنے اور اس کے دکھ سکھ میں ہر قسم کی مدد کرنے کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنے کا حکم دیا ہے۔
  اس لئے کہ اگر آپ کو یا اللہ کی بنائی ہوئی کسی چیز کو کوئی تکلیف (کشٹ) پہونچاتا ہے تو اللہ کو تکلیف پہنچانے والا ہوگا، اس لئے کہ اس نے تمام انسانوں کو بہت پیار محبت سے بنایا ہے۔
- اس کی مثال اس طرح ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کمہار کے برتن کو اس کے سامنے توڑ دے یا اسے کسی گڈھے یا خندق میں پھینک دے تو اس کمہار کو کتنا صدمہ پہنچے گا۔
  اسی طرح ہمارے اللہ نے تمام دنیا کے انسانوں کو پیدا کرنے کے بعد ان کی ضروریات کو بھی پیدا کیا۔ اب اگر کوئی شخص اللہ کی پیدا کی ہوئی اور اس کی بنائی اور سنواری ہوئی صورت شکل یعنی انسان کو توڑے یا اسے قتل کرے یا اس کو غلط راستے کی طرف بلائے یا وہ خود ایسا کام کرے جو اس کے جہنم میں جانے کا سبب بنے تو بتایئے اس اللہ کو کتنی تکلیف ہوگی۔
- آپ سے بات کر کے ہم چاہتے ہیں کہ گیان کا آدان پردان ہو۔
- اب اسے کھل کر پوری بات کرنے کا بھرپور موقع دے اور اس بات کو سمجھے کہ وہ کس فرقہ، گروہ یا کس ذات سے تعلق رکھتا ہے اور آپ اللہ کا ذکر کرتے رہیں یہاں تک کہ

آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ وہ کس گروہ سے تعلق رکھتا ہے یعنی مورتی کا پجاری ہوگا یا نرنکاری ہوگا، انش واد کا قائل ہوگا یا نہیں ہوگا وغیرہ۔

درمیان میں آپ بہت کم بولنے کی کوشش کریں تا کہ وہ یہ سمجھے کہ میں انہیں مطمئن کرر ہا ہوں۔ مختلف قسم کے سوالات بھی کرے گا لیکن ابھی آپ زیادہ تر صبر کرتے رہیں اور اس کے جوابات دینے کے بجائے اس کا رخ توحید کی طرف موڑیں اور کہیں ہم سب ایک ہی باپ (پتا) کی اولاد (سنتان) ہیں ہم سب کا اللہ صرف ایک ہی ہے اور ہم سب کی آتمائیں بھی ایک ہی جگہ سے آئی ہیں پھر ماں کے پیٹ میں ہم سب بنے ہیں اس کے بعد اس ایک دھرتی پر ہم سب رہ رہے ہیں لیکن یہاں کے بعد ایک دوسری دنیا ہوگی جس کا نام آخرت (پرلوک) ہے، یعنی جہاں سے آئے ہیں وہیں واپس جائیں گے۔

۞ یعنی ہم سب کو مرنے کے بعد وہیں واپس جانا ہے اور ہم سب کے نبی حضرت آدم علیہ السلام (آدی مانو) سب سے پہلے نبی (سندیشٹا) تھے۔ اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام آئے جن کو (مہا جل پلاون والے منو) سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ جن کی کشتی (ناوِکا) پر ہم سوار تھے ان سب رشتوں سے آپ ہمارے بھائی ہیں۔

اب بھائی کی ذمہ داری یہ ہے کہ جو اپنے لئے پسند کرے وہی دوسرے کے لئے بھی پسند کرے اسلئے جو مجھے علم (گیان) ہے وہ میں آپ تک پہنچانے کی کوشش کرر ہا ہوں تا کہ آپ بھی اس پر غور کریں۔

۞ اب آپ کا مخاطب جن چیزوں پر عقیدہ رکھتا اور مانتا ہوگا وہ اس پر اپنا پورا زور صرف کرے گا، لیکن آپ اچھے انداز سے رخ موڑتے ہوئے رسالت کی طرف متوجہ کریں اور کہیں اللہ (پرمیشور) کی طرف سے جو بھی رسول (سندیشٹا) آتے تھے۔ وہ ایک ہی مالک کی طرف بلاتے تھے اور کہتے تھے کہ تمھارا مالک وہی ایک اللہ (پرمیشور) ہے

اس لئے تم صرف اسی کے سامنے اپنا سر جھکاؤ اور میں صرف اسی کی طرف سے بھیجا ہوا رسول (سندیشٹا) ہوں۔

۞ لیکن انسانوں سے سب سے بڑی غلطی یہ ہو جاتی ہے کہ اس آنے والے رسول (سندیشٹا) کو ہی سب کچھ سمجھ کر اسی کی اُپاسنا میں لگ جاتے ہیں یہ تو اسی طرح ہوا کہ کوئی اپنے بیٹے کو پوسٹ مین سے خط بھیجے جس میں کچھ ہدایتیں ہوں لیکن اس کا لڑکا اس خط کو نہ پڑھے اور نہ عمل کرے اور صرف پوسٹ مین کی ہی خدمت میں لگ جائے کہ آپ بہت اچھے ہیں، اس لئے کہ آپ ہمارے پتا جی کا خط لائے ہیں، اس سے کیا پتا جی خوش ہوں گے؟ ہرگز نہیں۔

۞ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ پوسٹ مین کو چائے پانی کے بعد رخصت کرتا اور اس پر عمل کرتا جو پتا جی کی طرف سے آیا تھا۔ آج یہی ہو رہا ہے کہ ہم تمام دیوی دیوتاؤں کو وہ مرتبہ دیتے ہیں جو اللہ کو دینا چاہئے اور اس مالک کا صرف نام لے لیتے ہیں لیکن اصل اُپاسنا انھیں سندیش واھکوں کی ہونے لگتی ہے۔

اس لئے ہم کو صرف اسی اللہ کی عبادت کرنی چاہے جسے عربی میں اس طرح کہا جاتا ہے ''لا الہ الا اللہ'' یعنی کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے۔

۞ پھر مخاطب کہے گا کہ اللہ کو تو ایک ہم بھی مانتے ہیں۔

(اگر سناتن دھرمی ہوگا تو) کرشن بھگوان اور دیوی دیوتاؤوں کے نام لے کر کہے گا یہ سب اس پرمیشور کے اوتار ہیں (یعنی وِشنُو کے اوتار ہیں۔)

اب اَوتار واد کی تصحیح کرتے ہوئے صحیح اسلامی تصور پیش کرتے ہوئے یعنی مختلف قسم کی دلیلوں کو پیش کرنے کے ساتھ ساتھ قرآن وحدیث کی تعلیم سے روشناس کرائے اور توحید کی ٹھوس حقیقت کی طرف متوجہ کرے، بہت ممکن ہے کہ کچھ لوگ کہیں کہ ہم بھی پتھر کو

نہیں مانتے ہیں صرف ایک ہی کو تو ہم بھی مانتے ہیں۔

۞ اب اُنھیں اُس اللہ کی ربوبیت اور الوہیت کے ساتھ اسماء الصفات کی طرف متوجہ کرے کہ وہی تنہا تمام اشیاء کو عدم سے وجود میں لاتا ہے وہی سب کا پالن ہار اور موت کا دینے والا ہے۔ اُس کی قدرت تمام چیزوں پر محیط ہے وہی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا نہ وہ کسی میں حلول کرتا ہے اور نہ کسی کی شکل اختیار کرنے کی اسے ضرورت ہے اور نہ اس کے کوئی بیٹا، بیٹی ہے۔

۞ وہ تو صرف اپنا پیغام پہونچانے کے لئے رسولوں یعنی سندیش واہکوں کو بھیجتا ہے۔ جو انہیں کی زبان بولتا ہوا آتا اور لوگوں کو ان کے اصلی مالک کا تعارف کرا کے اس کی طرف سے آئے ہوئے گیان کو انہیں بتاتا تھا۔

ممکن ہے کہ اس دیش میں بھی سندیشٹا آئے ہوں اور انھوں نے بھی کچھ علم (گیان) دیا ہو، لیکن اس میں خودغرض (سوارتھی) لوگوں نے اس اصلی گیان (علم) کو باقی نہیں رکھا اور اس میں تبدیلیاں کر ڈالیں جس کی تصدیق آپ کے بڑے بڑے گیانی لوگ کرتے ہیں اب اصلی گیان کا نکالنا بھی مشکل ہو گیا ہے اس لئے پورا ہی گیان سَندِگدھ (مشکوک) ہو گیا، جس کا کوئی پرماڑ بھی نہیں ہے۔

لیکن اب ذرا آپ قرآن پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ۱۴۰۰ سال میں ایک حرف کی بھی کیا ایک نقطے کی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اس لئے قرآن ہی معیار بن سکتا ہے اس سے پہلے سبھی کتب مذاہب میں تبدیلی آچکی ہیں اس لئے کوئی کتاب قابل معیار قرار نہیں دی جاسکتی۔

● ایک بات قابل غور ہے کہ اس زمین پر جو دھرم (دین) سب سے پہلے آیا وہ اسلام یعنی ''سَر وَسَمر پڑ دَھرم'' ہی تھا اسلام عربی زبان کا لفظ ہے جسے سننے والے کو بھرم ہو جاتا ہے کہ دھرم بہت سے تھے اسلام تو بعد میں آیا ایسا نہیں ہے بلکہ نسل انسانی کا ایک ہی

دھرم ہے جو اپنے مالک کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کا طریقہ بتاتا ہے۔

● یہ فطرت کے عین مطابق ہے کہ جب ہم سب کا مالک ایک ہے اور سارے انسان اُسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں تو اسے زندگی گزارنے کا ایک ہی راستہ بتلانا چاہئے ورنہ کسی کو کوئی دھرم اور کسی کو کوئی دھرم دے کر الجھانا تو اس کے عدل کے خلاف ہوگا۔ اس کی طرف سے آنے والا قانون تو ایک ہی ہونا چاہئے۔

راستے الگ الگ ہیں اور جانا ایک ہی جگہ

۞ اب مخاطب کہے گا کہ ہمارا دھرم سب سے اچھا ہے اس میں بھی اچھی چیزیں ہیں اور آپ کے یہاں بھی اچھی چیزیں ہیں لہذا آپ اسے مانیں ہم اسے مانتے ہیں راستہ الگ الگ ہے جانا ایک ہی جگہ ہے تو اب آپ جواب دیں کہ یہ جملہ بھی خلاف عقل ہے، اس لئے کہ سچائی (ستیہ) ایک ہی ہوتی ہے، جھوٹ بہت سے ہو سکتے ہیں۔

۞ اس لئے اگر ہم سیدھے اور سچے راستے کو تلاش نہیں کریں گے تو منزل سے قریب ہونے کے بجائے مزید دوری بڑھتی جائیگی ـــ پریشانیوں میں مبتلا ہوں گے اور منزل بھی نہیں مل پائے گی اور رات کا اتنا اندھیرا اور تھکن کا یہ حال ہو جائے گا کہ واپسی بھی دشوار ہو جائے گی نتیجہ یہ ہوگا کہ بھوک پیاس اور کسی جانور کا لقمہ بننا پڑیگا۔ اب آپ کہیں گے کہ آپ تو دھرم بدلوانا چاہتے ہیں۔ آپ کی کوئی بات سن لے تو دھرم ہی بدل دے گا۔

۞ تو پھر آپ متوجہ کریں کہ بھائی ہم آپ کا دھرم ہرگز نہیں بدلوانا چاہتے ہیں بلکہ اس قدیم اور اصلی دھرم پر لانا چاہتے ہیں جسے آپ نے چھوڑ کر ''مت متانتر'' اختیار کر لیا ہے۔ اور ایک اپنی مرضی (اچھا دھرم) والا دھرم گڑھ لیا ہے ہم آپ کو اس سے نکال کر

آپ کے باپ حضرت آدم علیہ السلام (آدی مانو) کے دھرم پر لانا چاہتے ہیں یعنی جسے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے قیامت تک کے لئے مکمل طور پر پیش کر دیا ہے۔

مورتی پوجا اور تعزیہ داری

۞ اس طرح ہم کو صرف اس اللہ کے سامنے اپنا سر جھکانا چاہئے، جو ہم سب کا مالک ہے۔ جس طرح مورتی پوجا غلط ہے اسی طرح تعزیہ پوجا یا قبر پر منت ماننا بھی غلط ہے۔ دنیا کی تمام مخلوق اس خالق کی محتاج ہیں کیا وہ جس نے سب کچھ پیدا کیا ہو اور جس نے کچھ بھی نہ پیدا کیا ہو دونوں برابر ہو سکتے ہیں، ہرگز نہیں۔

۞ اس گفتگو کے بعد امید ہے کہ وہ توحید کا قائل ہو جائیگا پھر آپ اسے بتائیں کہ وہی اللہ ہے جس نے تمام اشیاء کو عدم سے وجود بخشا وہی مرنے کے بعد حاکم بھی ہوگا۔ وہ جسے چاہے گا معاف کر دیگا اور جسے چاہے گا سزا دے گا، وہ قادر مطلق ہے۔

اگر وہ شخص آریہ سماجی ہوگا تو ان باتوں کو قبول کرنے میں تردد کرے گا اور مختلف قسم کے سوالات کرے گا اور وہ کہے گا کہ پہلے سے اللہ موجود تھا اور آتما (یعنی روح) موجود تھی اور پراکرتی (مادہ) موجود تھی وغیرہ۔

لیکن آپ حکمت اور وسیع مطالعہ کے ذریعہ مختلف قسم کے سوالات کے جوابات اطمینان سے دے سکتے ہیں۔

ہر فرقے کے الگ الگ جوابات

۞ ان کے ہر فرقے کے جوابات الگ الگ ہوں گے جیسے کچھ لوگ کہیں گے کہ انسان اور مخلوق میں اللہ کا انش موجود ہے۔ جواب میں کہا جائے گا کہ اگر مخلوق خدا کے وجود کا

ہی حصہ ہوتی تو جنت اور دوزخ کا وجود نہ ہوتا کیوں کہ خدا کے وجود کے ایک حصہ کا دوزخ میں جلایا جانا انتہائی مضحکہ خیز تصور ہے۔

موت کے بعد جزا اور سزا اس کا ناقابل تردید ثبوت ہے کہ روح مرنے کے بعد خدا میں واپس مل جاتی ہے، جبکہ ہندو مذہبی کتب میں جنت و دوزخ کی مثالیں بھی موجود ہیں۔

۞ بہرحال جو لوگ غلط اوہام میں مبتلا ہیں کہ خدا کا انش یا جز ہر شئے میں ہے ان کے لئے تو مورتی پوجا کا بالکل ہی کوئی جواز نہیں کیونکہ ان کے عقیدے کے مطابق خدا خود ان میں ہی موجود ہے، انھیں مورتی کو دھیان جمانے کے لئے استعمال کرنے کے بجائے خود اپنے وجود کے بارے میں غور کرنا چاہئے، خدا اس پوری کائنات کا خالق ہے اس لئے وہ اس کے ہر شئے کو جانتا ہے اور اس کے ہر شئے پر مکمل قدرت رکھتا ہے۔

اب انشاء اللہ وہ خالص توحید کا قائل ہو جائے گا اس کے بعد اس کا رخ آخرت کی طرف موڑنے کی کوشش کریں۔

رسالت کے موضوع پر گفتگو

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں محمد

اب اگر موقع ہو تو اسی نشست میں ورنہ آئندہ رسالت کے موضوع پر روشنی ڈالیں کہ ایشور (اللہ) ''دیش کال'' سے پرے ہیں یعنی ایک ملکی یا ایک دیشی یا ایک زمانے یا کسی کی شکل میں آجائے گا تو آئندہ آنے والی نسلوں اور دوسرے ملکوں اور دیشوں میں رہنے والے لوگوں کا کیا ہوگا؟

اور اگر اللہ کا جز قرار دیں تو اللہ گنہگاروں کو سزا دے گا اور نرک میں جلائے گا تو کیا

خدا اپنے کو جہنم میں جلائے گا؟ نہیں ہر گز نہیں۔تو پھر کیا ہوگا؟ دنیا کے نظام کو خدا خود چلاتا ہے لیکن بعض امور پر اللہ نے فرشتوں کو مقرر کر دیا ہے اور صحیح راستہ دکھانے کے لئے رسول (دوت) بھیجے ہیں تا کہ خدا کو ایک مان کر لوگ زندگی بسر کریں اس کے لئے پہلے سندیشٹا کو اور آدی مانو (آدم) کو بھیجا۔

دنیا کی اکثر قوموں میں آخری رسول کا تذکرہ موجود ہے اس میں کئی چھوٹے چھوٹے اشکالات بھی ہو سکتے ہیں لیکن انہیں معمولی فہم سے حل کیا جا سکتا ہے۔

آخری رسول کا تذکرہ، توریت، انجیل، بودھ دھرم اور قرآن مجید میں موجود ہے۔ ان سب کی الگ الگ زبانوں میں جس کے واحد معنی محمد ہوتے ہیں اس طرح ہیں۔

آخرت کے موضوع پر گفتگو

۞ اب آپ آخرت کے موضوع کو اختیار کریں کہ دنیا فانی ہے اور اس کی ہر چیز کا خاتمہ ہونا ہے اور ''پرلئے'' یعنی قیامت آنی ہے اور وہ انصاف کے تقاضے کے تحت ہے مثال کے طور پر اگر کسی شخص نے تین آدمیوں کو ہلاک کر دیا ہے تو اس کو اس دنیا میں جو انتہائی سخت تریں سزا ہوگی وہ اس کی جان ہوگی کہ اس کو بھی ہلاک کر دیا جائے یہ تو صرف ایک ہی شخص کی طرف سے بدل ہوگا بقیہ ان دونوں کا کیا ہوگا جن کو اس نے ہلاک کر دیا تھا۔

انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ اسے تین مرتبہ ہلاک کیا جاتا اس کو اللہ نے آخرت میں رکھا ہے جس کا نام جہنم یعنی ''نرک'' ہے جس میں اگر ایک شخص نے تین قتل کیے ہوں تو اسے تین شخصوں کے مارے جانے کے برابر سزا دی جائے گی۔

۞ اسی طرح ایک شخص کوئی نیک عمل کرتا ہے اُوپر والے کو مانتے ہوئے، تو اس کو اس عمل

صالح کا مرنے کے بعد بدلہ دیا جائے گا جس کا نام جنت (سورگ) ہے جہاں سے انسان دوبارہ واپس نہیں آئے گا جس طرح ماں کے پیٹ میں دوبارہ جانا ناممکن ہے۔ اس سے کہیں زیادہ ناممکن دنیا میں دوبارہ آنا ہے۔

۞ اب مخاطب کہے گا کہ واہ جناب آپ نے اپنا مذہب ثابت ہی کر دیا تو کہا جائے گا نہیں بھائی یہ ہمارا مذہب نہیں بلکہ آپ کا ہی ہے تو وہ کہے گا کہ نہیں ''پاپوں'' (گناہوں) کے نتیجہ میں اسے مختلف جنم ملتے ہیں۔

۞ تو بتانا ہوگا کہ نہیں بھائی یہ تو عام عقل کے بھی خلاف ہے نہ کہ ایک ذہین شخص کے لئے اور آپ تو ذہینوں میں سے ہیں کہ جس وقت اس کائنات کو بنایا گیا تو آپ بھی اور سائنس بھی کہتی ہے کہ اس وقت پہلے جانور بنے اور گھاس پھوس، نباتات وجمادات وغیرہ وجود میں آئے اس کے بعد انسان بنائے گئے تو یہ کیسے ہوا کہ پہلے جب انسان کا وجود نہیں تھا تو اس وقت یہ نباتات وجانور کس کے گناہ کے جرم میں وجود میں آئے تھے۔

۞ دوسرا سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر شروع کے زمانے میں آپ کے قول کے مطابق ست یگ کی آبادی مثال کے طور پر 10,000 تھی اگر وہ سب اچھے تھے تو 10,000 ہی آج بھی ہونی چاہئے۔اگر پہلے زمانے کے ان 10,000 میں کچھ برے تھے تو آبادی کے اعتبار سے تعداد کم ہونی چاہئے اور پوری دنیا کا مشاہدہ اس کے برعکس ہے کہ پہلے سالوں کے مقابلے میں آبادی کا تناسب بڑھ رہا ہے تو یہ کیسے ہوا؟ 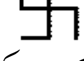

۞ تیسرا سوال یہ ہے کہ اگر پوری دنیا کے سبھی لوگ اچھا بننا چاہیں تو کیسے بن سکیں گے، سبزی غلہ وغیرہ کہاں سے آئے گا تو کیا وہ اللہ ظالم ہے کہ ایک طرف اچھا بننے کی تلقین بھی کرے اور اچھا بن بھی نہ سکے؟ اس لئے جب کھانے کو کوئی شئے نہیں رہ جائیگی تو ایسے

ہی سب ختم ہوجائیں گے۔ یہ سب متضاد باتیں؟ کیسا مذہب؟ انسان کو اس دھرتی پر صرف ایک موقع دیا گیا ہے اس کے بعد اس کا فیصلہ سنا دیا جائے گا جس کو ویدوں نے اس طرح نقل کیا ہے۔

جنت کا تذکرہ ویدوں میں

۱۔ترجمہ: ''پاک کرنے والوں کے ذریعہ پاک ہوکر ایسے جسم کے ساتھ جس میں ہڈیاں ہوں گی وہ درخشاں ومنور ہوکر روشنیوں کی دنیا میں پہنچتے ہیں۔ان کے مسرور جسموں کو آگ نہیں جلاتی ہے جنت کی دنیا میں اس کے لئے بڑی بڑی لذتیں ہیں''۔ (اتھرو وید 34:4 :2)

۲۔ترجمہ: ''شہد کے کناروں اور مکھن سے بنی نہریں جو شراب، دودھ، دہی اور پانی سے لبریز ہوں گی بے پناہ شیرینی اس سے ابلتی ہوگی۔ یہ چشمے جنت میں تیرے پاس پہنچیں گے اور ''کمل'' کے پھول سے بھری پوری جھیلیں تیرے پاس آئیں گی''۔ (اتھرو وید 4;34.6)

دوزخ کا تذکرہ ویدوں میں

۱۔ترجمہ: جو گنہگار ہیں ان کیلئے یہ گہرائی والا مقام وجود میں آیا ہے۔ (رگ وید 4.5.5)

۲۔ ترجمہ: ''گوکرمی (برے کام کرنے والا) کو اتھاہ گہرائی والے اندھیرے گڈھے میں ڈال دو جہاں سے وہ نکل نہ سکے۔ (رگ وید 7.109.2)

ان تمام حوالوں سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ کبھی آخرت کا وہی تصور تھا جس کو قرآن پیش کرتا ہے لیکن بعض لوگوں نے اپنے ذاتی مفاد کے تحت مذہب میں خلط ملط کر دیا لہذا ہم آپ کو اصلی مذہب پر لانا چاہتے ہیں۔

اب انشاء اللہ جواب مثبت میں ہی نکلے گا اور وہ شخص آواگمن کے تصور سے نکل کر آخرت اور جنت وجہنم پر غور کر کے فیصلہ کرے گا۔

رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ ویدوں کی دنیا میں

ترجمہ: ''لوگو سنو نراشنس کی بہت تعریف (حمد) کی جائے گی''۔

(اتھرو وید (20:127) اسی طرح رگ وید (2:3:2)(5:5:2)(1:13:3) وغیرہ میں ہیں۔

ویدوں میں تقریباً ۳۱ جگہوں پر لفظ نراشنس آیا ہے جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ جس وقت آئے گا اس کی باتوں پر عمل کرنے میں ہی کامیابی ہوگی۔ نراشنس کے معنی ہوتے ہیں ''انسانوں کے ذریعہ تعریف کیا جانے والا شخص''

آپ پوری تاریخ انسانی پر نظر ڈالیں تو آپ کو واحد شخصیت (محمد بن عبداللہ ﷺ) ہی ملے گی جن کی تعریف اس وقت پوری دنیا میں ہو رہی ہے۔

وہ اس طرح کہ پوری دنیا کا جو نظام شمسی ہے اس کے اعتبار سے پورے عالم میں ہر وقت کسی نہ کسی نماز کا وقت ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہ ہر منٹ اذان میں اور تشہد میں محمد ﷺ کی تعریف بیان کی جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص محمد ﷺ کے علاوہ ثابت ہوتا ہو تو اس کے سلسلے میں آپ بتائیں ورنہ آپ اسے قبول فرمائیں۔

۞ اور اس نراشنس کے بارے میں جس کی مختلف پیشن گوئیاں کی گئی ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ (۱) سونشکوں سے یکت ہوگا ''جس سے مراد اصحاب صفہ ہوسکتے ہیں۔

(۲) اسے اپنی جائے پیدائش ترک کرنی پڑے گی (رسول اللہ ﷺ نے بھی ترک وطن کیا تھا)

(۳) تین سواروں سے یکت ہوگا (یعنی تین سو سے زائد گھوڑ سوار اس کو دیئے جائیں گے جن سے وہ جنگ کرے گا، مراد جنگ بدر ہوسکتی ہے) اس لئے کہ محمد ﷺ نے بھی بدر میں ۳۱۳ اصحاب کے ساتھ جنگ کی تھی۔ وغیرہ۔(۱)

(۱) تفصیل کے لئے کتاب ''انتم سندیشٹا کہاں کب اور کون'' دیکھا جاسکتا ہے۔

اس گفتگو سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ یہی آخری نبی ہیں۔جن کا ذکر بہت سی کتابوں میں کیا گیا ہے۔وہ محمد ﷺ بن عبداللہ ہی ہیں۔صرف زبان کا فرق ہے کہ عربی میں محمدؐ ہندی و سنسکرت میں نراشنس ،اور انگریزی میں ’پیراکلیٹ ،فارسی میں ’فارقلیط ، کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔لیکن پوری پیشن گوئیاں زمانے کے اعتبار سے بھی ایک ہی شخص پر صادق آتی ہیں۔

اس لئے حضرت محمد ﷺ جتنے ہمارے ہیں اتنے ہی پوری دنیا کے اور تمام انسانوں کے رسول ہیں اور قرآن پر جتنا ہمارا حق ہے اتنا ہی آپ کا بھی ہے۔

۞ تو آیئے اب ہم اپنے باپ آدم علیہ السلام کی طرف چلتے ہیں وہ جس دھرم کو لے کر آئے تھے وہ یہی اسلام دھرم تھا۔اردو میں ’’اسلام‘‘ کہہ دیا اور ہندی میں ’’سروسمرپڑ دھرم‘‘ تو ہم سب کے باپ ایک ہی ہیں اور دھرم بھی ایک ہے۔لیکن آپ وہیں رہے اور آگے کے آنے والے آخری پیغمبر یا نراشنس کو نہیں پہچان سکے اور ہم ان پر آستھا رکھتے ہیں۔

۞ اس لئے ہم آپ کا دھرم نہیں بدل رہے ہیں بلکہ آپ کا بھولا ہوا سبق یاد دلا رہے ہیں کہ آپ صحیح دھرم کو پہچان لیں اور ان چیزوں سے باز آجائیں جسے آپ نے غلطی سے بنا لیا ہے۔ اس لئے ہم آپ کے ذہن سے یہ بات نکال دینا چاہتے ہیں کہ اسلام کے بانی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں ہرگز نہیں، اسلام دھرم کی شروعات تو حضرت آدم علیہ السلام (ادی مانو) سے ہوئی تھی۔حضرت محمد ﷺ بن عبداللہ نے تو اسلام دھرم مکمل طور سے دیا ہے۔اگر آخری نبی (سندیشٹا) کو نہیں مانیں گے تو دنیا و آخرت کی نجات کیسے ہوسکے گی؟ اور ادھورا آدمی ادھر کا نہ ادھر کا۔

۞ آپ کے یہاں جو خرابیاں آئیں وہ بالکل بجا ہیں اس لئے کہ محمد ﷺ کے ماننے والوں میں جن کے صرف ۱۴ سو سال ہوئے ہیں، ان کے اندر جب قبر پوجا آ گئی تو اگر

آپ کے یہاں مورتی پوجا آئی تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔لیکن تعجب کی بات اس وقت ہوتی ہے کہ جب کسی کو کوئی محسن اس کی بھولی ہوئی بات یاد دلائے تو اس وقت وہ اسے اپنا دشمن سمجھے یا یہ سمجھے کہ یہ مجھے دھوکہ دے رہا ہے۔

ہاں یہ زمانہ ضرور دھوکے کا ہے، لیکن بات کو سن کر اس کی تحقیق ہوجائے تو قدم بڑھا دینا چاہئے سننے کی طرف؟ ہاں ایک بات آپ کے ذہن میں آرہی ہوگی کہ ’’اگر کسی نبی (دوت) کو آنا تھا تو بھارت دیش میں آتا۔

۞ آپ کے مطابق چوں کہ کل یگ میں ایک ہی دُوت آنا تھا اور وہی آخری تھا اور پورے عالم کی قیادت کرنی تھی تو کیسے وہ ہندوستان میں آسکتا تھا اس کو تو ایسی جگہ آنا چاہئے تھا جو پورے عالم کا سینٹر یعنی مرکز ہو۔محمد ﷺ عرب دیش ہونے کی وجہ سے وہاں نہیں بھیجے گئے تھے بلکہ وہ تو دنیا کے سینٹر (کیندر بندو) ہونے کی وجہ سے وہاں بھیجے گئے تھے۔

اس لئے کہ وہ پورے عالم کے تمام انسانوں کو ستے مارگ (صراط مستقیم) دکھانے کے لئے آئے تھے آپ کو بھی ان سے محبت اور آستھا اتنی ہی ہونی چاہئے جتنی مجھ کو ہے۔

۞ اب انشاءاللہ رسالت کے کم وبیش اشکالات کے ساتھ بات سمجھ میں آجائے گی اور کلمہ پڑھنے پر ابھی نہیں تو چند دنوں کے بعد تیار ہوجائے گا ورنہ اپنے عقائد کے بارے میں اس کے ذہن میں سوالیہ نشان ضرور بن جائے گا۔اور پھر انشا اللہ اس آیت کا مصداق ہوگا۔

﴿فاما الزبدفيذهب جفاء واماماينفع الناس فيمكث فى الارض﴾

ترجمہ: جو جھاگ ہے وہ اڑ جایا کرتا ہے اور جو چیز انسانوں کے لئے نفع کی ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے‘‘۔

پھر اسی کے نتیجہ میں **﴿جاء الحق وزهق الباطل﴾** کے ظہور سے یہ چمن معمور ہوکر نغمۂ توحید سے گونج اٹھے گا۔

فصل سوم

غیر مسلموں میں تبلیغی مساعی کو مستحکم بنانے کی عملی شکل

(۱) تمام مذاہب کی کتب مقدسہ کے تقابلی مطالعہ کے ذریعہ اسلام کی حقانیت کو واضح کرنا۔

(۲) تعلیمات ادیان عالم کے مراکز تحقیقات قائم کرنا۔

(۳) غیر مسلموں خصوصاً ہندو مذہب میں دعوت وتبلیغ کو محبت وہمدردی کے جذبے سے عام کرنا۔خود چل کر ملاقات کرنا اور ان کے اشکالات کو خوش بیانی سے رفع کرتے ہوئے ان کے سامنے مذہب ''یعنی اسلام'' کو پیش کرنا۔

(۴) غیر مسلموں سے ملاقات کا ہفتہ میں کم ازکم ایک دن اول مرحلہ میں ایک گھنٹہ وقت نکال کر جانا۔خالص ہدایت کی غرض سے اور اشاعت اسلام کے لئے ہمہ وقت کوشش کرنا۔

(۵) غیر مسلموں سے ملاقات کے وقت یا مذہب اسلام پر کی جانے والی تنقیدوں اور حملوں کا جواب تحریر کرنا اس کے لئے اخبار ورسائل کا اجراء اور دینی کتب کی اشاعت کرنا۔

(۶) اسلامی تہذیب وتمدن پر زور دینا اور خاص طور سے اسلام کی تاریخ سے عوام الناس کو روشناس کرانا۔

(۷) ملک کے تمام اسلامی حلقوں اور تحریکوں کو خصوصاً متحد ہوکر دعوت وتبلیغ اور اشاعت دین کے مشن کو ملک گیر پیمانہ پر اور عالمی سطح پر بغیر کسی شور وہنگامہ کے بروئے کار لانا۔

(۸) مسلم نوجوانوں کو منتخب کر کے ان کو خود اعتمادی کے ساتھ اشاعتِ اسلام کیلئے تیار کرنا۔

(۹) مسلم عوام کو غیر مسلموں کے ساتھ اچھے اخلاق برتنے پر زور دینا اور اسلامی تعلیمات سے آشنا کرانا۔

(۱۰) انسانیت کے فروغ وبقا کے لئے جد وجہد کرنا۔

(۱۱) ایسے کتابچوں کا انتظام کرنا جن میں اسلام میں داخل ہونے والوں کے لئے تشفی بخش سامان ہو، اور انہیں یہ محسوس ہو کہ ہمارا مذہب بدلا نہیں گیا ہے بلکہ وہی مذہب ہے، جس پر ہمارے اول باپ آدمؑ تھے۔

(۱۲) کسی ایسی تعلیم گاہ کا انتظام کرنا جہاں اسلام میں آنے والوں کے لئے مختصر وجامع تربیت دی جاسکے۔

(۱۳) تمام بڑے شہروں میں ایسے کتب خانوں کا نظم کرنا جن میں تمام مذاہب کی کتب موجود ہوں۔

(۱۴) مسلم نوجوانوں کے لئے مختصر کواس کے ذریعہ اسلامی ذہن سازی کرنا اور دعوت کے لئے تیار کرنا۔

(۱۵) جو طلباء اسکولوں میں پڑھنے میں اپنے غیر مسلم دوستوں کو خصوصاً اسلام کا تعارف کروانے کی ترغیب دینا۔

(۱۶) اس قسم کے لٹریچر کو تقسیم کروانے کی لوگوں کو اہم موقع پر جیسے شادی کی تقریب ہو یا کوئی اور پروگرام ہو ترغیب دینا۔

مولانا مفتی محمد سرور فاروقی ندوی صاحب کا تعارف

نام : محمد سرور فاروقی ندوی

ولدیت : جناب محمد حنیف فاروقی

نسب : محمد سرور فاروقی بن محمد حنیف فاروقی بن عبدالقیوم فاروقی بن محمود علی فاروقی بن رمضان علی فاروقی بن امام بخش فاروقی بن خیرات علی فاروقی بن نثار احمد بن محمد علی بن اطہر علی بن عبدالحفیظ بن جلال الدین بن محمد سلیمان بن علاء الدین بن محمد اسحاق بن نبی اللہ بن خواجہ باقر اللہ بن عبداللہ یمنی بن عبدالعزیز یمنی بن سالم بن عبداللہ بن سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔

تاریخ ولادت: ۱/۷/۱۹۶۸ء

مقام ولادت: محمد پور گونتی فتح پور، اتر پردیش، لکھنؤ، (الھند)

مکمل پتہ : 504/123 مکتبہ پیام اُمن، ندوہ روڈ، ڈالی گنج لکھنؤ، یو، پی (الھند)

موبائل نمبر : 09984490360

ای۔میل : jpalko@yahoo.com

ویب سائٹ : www.islamicjpamn.com

تعلیمی پس منظر

اعلیٰ دینی تعلیم : عالمیت، فضیلت و افتاء (دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

اختصاص : قرآن وفقہ (دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

اسلامی تدریبی کورس : جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ (سعودی عرب)

تجوید قرآن : روایت حفص (دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

عالیہ تک کی عصری تعلیم : ہائی اسکول، انٹرمیڈیٹ (الہ آباد، یو، پی)

علیا تک کی عصری تعلیم : ایم، اے (لکھنؤ)

سنسکرت کی اعلیٰ تعلیم : آچاریہ (بنارس)

اردو کی اعلیٰ تعلیم : کامل اور معلم (علی گڑھ)

کمپیوٹر کی اعلیٰ تعلیم : P.G کمپیوٹر پروگرامنگ (نیشنل کمپیوٹر انسٹی ٹیوٹ لکھنؤ)

موجودہ ذمہ داریاں

صدر : جمعیت پیام امن (لکھنؤ)

صدر : مولانا ابوالحسن علی حسنی ندوی مانوسیوا سمیتی، (لکھنؤ)

صدر : دار ارقم تعلیمی سوسائٹی (الہ آباد)

ڈائرکٹر : مرکز التوحید الاسلامی (لکھنؤ)

ڈائرکٹر : ارقم ماڈل اسکول (لکھنؤ)

ناظم وبانی : جامعہ دار ارقم (فتحپور)

(مفسر قرآن) مفتی محمد سرور فاروقی ندوی صاحب کی ہندی تصانیف

نام	مصنف	زبان	قیمت
۱- قرآن کا پیغام (قرآن کا آسان ہندی ترجمہ) (سائز۔ 20x30/8)	(مفتی محمد سرور فاروقی ندوی)	ہندی	۳۰۰
۲- قرآن کا پیغام (قرآن کا آسان ہندی ترجمہ) (سائز۔ 20x30/16)	// // //	ہندی	۱۱۰
۳- قرآن کا پیغام (قرآن کا آسان ہندی ترجمہ) (سائز۔ 20x30/32)	// // //	ہندی	۸۰
۴- قرآن کا پیغام (پارہ عمّ ترجمہ اور تشریح)	//	ہندی	۱۶۰
۵- تفسیر فاروقی (قرآن کی ہندی تفسیر پارہ نمبر۱ سے ۵ تک)	//	ہندی	۴۰۰
۶- تفسیر فاروقی (قرآن کی ہندی تفسیر پارہ نمبر۵ سے ۱۰ تک)	//	ہندی	۴۰۰
۷- تفسیر فاروقی (قرآن کی ہندی تفسیر پارہ نمبر۱۰ سے ۱۸ تک)	//	ہندی	۴۰۰
۸- اسلام دھرم کیا ہے؟ (قبول حق کے بعد اسلامی کورس)	//	ہندی	۲۰۰
۹- جہاد، آتنک واد اور اسلام	//	ہندی	۱۲۰
۱۰- ہندی پترکارتا اور میڈیا لیکھن	//	ہندی	۸۰
۱۱- انتم سندیشٹا کہاں کب اور کون؟ (ہارڈ باؤنڈ)	//	ہندی	۹۰
۱۲- انتم سندیشٹا کہاں کب اور کون؟ (پیپر بیک)	//	ہندی	۸۰
۱۳- جنت کے حالات اور جنتی (قرآن وسنت کی روشنی میں)	//	ہندی	۸۰
۱۴- کفر اور شرک کی حقیقت (قرآن وسنت کی روشنی میں)	//	ہندی	۸۰
۱۵- رسول اللہؐ کا حلیہ مبارک اور آپؐ کی سنتیں	//	ہندی	۸۰
۱۶- حضرت محمد ﷺ کی پراماڑت جیونی	//	ہندی	۲۰۰
۱۷- اللہ کے ادھیکار اور بندوں کے ادھیکار (قرآن وحدیث کی روشنی میں)		ہندی	۸۰
۱۸- حضرت محمد ﷺ کی باتیں (حصہ اوّل)	//	ہندی	۱۱۰
۱۹- صحابہ کا اسلام اور اس کے بعد	//	ہندی	۶۰
۲۰- اسلامی شاسن اور شاسک (ایتہاسک درشٹی سے)	//	ہندی	۶۰
۲۱- اذان کیا ہے؟	//	ہندی	۳۰
۲۲- آؤ نماز کی اُور	//	ہندی	۴۰
۲۳- روزہ کا حکم اور اس کے مسائل (قرآن وسنت کی روشنی میں)		ہندی	۴۰
۲۴- حج اور عمرہ کا آسان طریقہ (قرآن وسنت کی روشنی میں)		ہندی	۳۰
۲۵- زکوٰۃ کا حکم اور اس کے مسائل (قرآن وسنت کی روشنی میں)		ہندی	۴۰
۲۶- آپ کے سوالوں کا آسان حل (حصہ اول)	//	ہندی	۶۰
۲۷- جھاڑ پھونک اور تعویز گنڈے (قرآن وسنت کی روشنی میں)		ہندی	۴۰
۲۸- اسلام کی بنیادی معلومات سوال وجواب کی روشنی میں	//	ہندی	۶۰
۲۹- رسول اللہؐ کی سیرت سوال وجواب کی روشنی میں	//	ہندی	۴۰
۳۰- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی	//	ہندی	۴۰
۳۱- بیوی شوہر کی ذمہ داریاں (شریعت کی روشنی میں)	//	ہندی	۴۰
۳۲- آدھونک ہندی ویاکرن اور میڈیا لیکھن	//	ہندی	۱۶۰
۳۳- سورۂ فاتحہ کی تفسیر	//	ہندی	۳۰
۳۴- توحید کی حقیقت (قرآن وسنت کی روشنی میں)	//	ہندی	۴۰
۳۵- پوِتر قرآن کا سندیش انسانی دنیا کے نام	//	ہندی	۳۰
۳۶- اسلام دھرم تلوار سے پھیلا یا سداچار سے		ہندی	۶۰
۳۷- غیر مسلموں کے ساتھ ویوہار (ایتہاسک درشٹی سے)		ہندی	۶۰
۳۸- میراث کی تقسیم (قرآن وسنت کی روشنی میں)		ہندی	۳۰
۳۹- رسول اللہ ﷺ کی باتیں (اعمال حسنہ کی روشنی میں)	//	ہندی	۶۰
۴۰- لا الہ الا اللہ کی گواہی	//	ہندی	۴۰
۴۱- موبائل سے سمبندھت مسائل (شریعت کی روشنی میں)	//	ہندی	۲۰
۴۲- اللہ کے پیارے نبیؐ ایک نظر میں	//	ہندی	۲۰

۴۳۔ سرشٹی کا شرشٹا کون؟	//	ہندی	۳۰
۴۴۔ پراکرتک نیم، ایش دوتوں کا دھرم اور پرلوک وشواس	//	ہندی	۴۰
۴۵۔ اسلامی وراثت ایک نظر میں	//	ہندی	۲۰
۴۶۔ اسلام؟	//	ہندی	۱۰

(مفسر قرآن) مفتی محمد سرور فاروقی ندوی صاحب کی اُردو تصانیف

۴۷۔ آخری رسول، کہاں، کب اور کون	//	اردو	۱۴۰
۴۸۔ حضرت محمد ﷺ اور جزیرۂ عرب	//	اردو	۱۵۰
۴۹۔ غیر مسلموں سے تعلقات اور مذہبی آزادی	//	اردو	۴۰
۵۰۔ اسلام میں جزیہ، خراج اور ذمیوں کے اختیارات	//	اردو	۴۰
۵۱۔ قرآن کے مثالی نمونے اور لازوال معجزہ	//	اردو	۴۰
۵۲۔ قرآن میں انسان کا مقام اور اس کا اعلیٰ مقصد	//	اردو	۴۰
۵۳۔ اعمال کو باطل کرنے والی چیزیں اور نیت کی اہمیت	//	اردو	۴۰
۵۴۔ اسلامی قانون وراثت اور میراث کی تقسیم	//	اردو	۴۰
۵۵۔ امت محمدیہ کی عزت کا معیار اور بنی اسرائیل	//	اردو	۴۰
۵۶۔ کائنات کے عجائبات اور انسان کا اللہ سے تعلق	//	اردو	۴۰
۵۷۔ غیر مسلموں سے دوستی یا دشمنی (اعتراضات کے تناظر میں)		اردو	۵۰
۵۸۔ اسلام کے خلاف الزامات اور اس کی دعوت کا اثر		اردو	۵۰
۵۹۔ اسلام میں غیر مسلموں کے حقوق	//	اردو	۵۰
۶۰۔ ہندو دھرم، ان کے فرقے تنظیمیں اور اداروں کا تعارف	//	اردو	۹۰
۶۱۔ حضرت محمدؐ کا ذکر اور مورتی پوجا کی ممانعت ویدوں کی دنیا میں	//	اردو	۴۰
۶۲۔ بدھ دھرم اور اسلام	//	اردو	۴۰
۶۳۔ کلمہ طیبہ کی حقیقت اور اُس کے تقاضے (قرآن وحدیث کی روشنی میں)		اردو	۸۰
۶۴۔ غیر مسلموں میں طریقۂ دعوت اسلوب انبیاء کی روشنی میں	//	اردو	۷۰

۶۵۔ کلمہ کے فضائل اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے دلائل	//	اردو	۷۰
۶۶۔ قیامت تک کے فتنے (رسول ﷺ کی پیشن گوئی کی روشنی میں)	//	اردو	۷۰
۶۷۔ طلاق کا اسلامی طریقہ (قرآن وسنت کی روشنی میں)	//	اردو	۴۰
۶۸۔ اللہ کی طرف سے رزق کی تقسیم (اور کمزور طبقے کی کفالت)		اردو	۵۰
۶۹۔ قرآن کے مطابق دولت کا استعمال		اردو	۷۰
۷۰۔ زکوٰۃ اور مصارف زکوٰۃ (قرآن وسنت کی روشنی میں)	//	اردو	۴۰
۷۱۔ رسول اللہ ﷺ کی مختصر سیرت (مستند کتب سیرت کی روشنی میں)	//	اردو	۴۰
۷۲۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے انمول موتی (سوال وجواب کی روشنی میں)		اردو	۳۰
۷۳۔ رسول اللہؐ کا حلیہ مبارک اور آپؐ کی سنتیں	//	اردو	۸۰
۷۴۔ جنت کے حالات اور جنت کی نعمتوں کا ذکر	//	اردو	۸۰
۷۵۔ کفر وشرک کی حقیقت (قرآن وسنت کی روشنی میں)	//	اردو	۸۰
۷۶۔ کفر، شرک اور فسق کا ذکر اور صحابہ سے متعلق عقیدہ	//	اردو	۸۰
۷۷۔ قرآن کے مطابق دعوت اور اسلامی جہاد (قرآن وحدیث کی روشنی میں)		اردو	۶۰
۷۸۔ داڑھی کی اہمیت (شریعت کی روشنی میں)	//	اردو	۴۰
۷۹۔ مدارس اسلامیہ کے نصاب کا تاریخی جائزہ	//	اردو	۴۰
۸۰۔ روزہ، تراویح، صدقہ، اور اعتکاف کے احکام ومسائل	//	اردو	۴۰
۸۱۔ حج اور عمرہ کا مکمل طریقہ (شریعت کی روشنی میں)	//	اردو	۴۰
۸۲۔ مسافر اور سفر کے مسائل (قرآن وسنت کی روشنی میں)	//	اردو	۴۰
۸۳۔ کاغذی نوٹ اور بیع کی حقیقت	//	اردو	۴۰
۸۴۔ اسلامی کویز (سوال وجواب کی روشنی میں)	//	اردو	۵۰
۸۵۔ تفسیر کا بنیادی مأخذ اور مفسر کی خصوصیت	//	اردو	۳۰
۸۶۔ ہندوستان میں قرآن کے ترجمے وتفاسیر کا مختصر تعارف	//	اردو	۳۰
۸۷۔ اسلام میں تجارت کا طریقہ (قرآن وسنت کی روشنی میں)	//	اردو	۱۲۰
۸۸۔ اسلامی معاشیات کا تقابلی جائزہ	//	اردو	۳۰

۸۹- اسلام کا زرعی نظام (قرآن وسنت کی روشنی میں)	//	اردو	۴۰
۹۰- دولت کی پیدائش اور عطیات قدرت	//	اردو	۴۰
۹۱- مسلمانوں کے فرقے اور اُن کے عقائد	//	اردو	۸۰
۹۲- اسلام میں عورت کا مقام	//	اردو	۵۰
۹۳- تعدد ازدواج اور اسلام (مذاہب عالم کی روشنی میں)	//	اردو	۶۰
۹۴- حرام، حلال اور مباح چیزیں	//	اردو	۳۰
۹۵- حضرت محمد ﷺ کی صفات	//	اردو	۳۰
۹۶- جہنم کے حالات اور جہنمی (قرآن وسنت کی روشنی میں)	//	اردو	۶۰
۹۷- مستند مسنون دعائیں	//	اردو	۲۰
۹۸- اسلام کی دعوت کا اثر انسانی دنیا پر	//	اردو	۵۰
۹۹- قرآنی آیات اور اسلامی معاشرہ	//	اردو	۳۰
۱۰۰- اعمال حسنہ (قرآن وحدیث کی روشنی میں)	//	اردو	۱۰۰
۱۰۱- آخرت کا عقیدہ (قرآن وحدیث کی روشنی میں)	//	اردو	۵۰
۱۰۲- اخلاص کی فضیلت (قرآن وحدیث کی روشنی میں)	//	اردو	۵۰
۱۰۳- دعوت کی ذمہ داری (قرآن وحدیث کی روشنی میں)	//	اردو	۵۰
۱۰۴- عیدین وقربانی کے مسائل (قرآن وسنت کی روشنی میں)		اردو	۹۰
۱۰۵- خاتم النبیین (قرآن وحدیث کی روشنی میں)		اردو	۹۰
۱۰۶- جنات اور شیطان کا ذکر (قرآن وحدیث کی روشنی میں)		اردو	۸۰
۱۰۷- نبیوں کی سیرت (قرآن وحدیث کی روشنی میں)		اردو	۱۰۰
۱۰۸- ایمانیات، عقائد اور نذر سے متعلق مسائل (قرآن وسنت کی روشنی میں)		اُردو	۶۰
۱۰۹- علم سے متعلق مسائل (قرآن وسنت کی روشنی میں)		اُردو	۴۰
۱۱۰- طہارت سے متعلق مسائل (قرآن وسنت کی روشنی میں)		اُردو	۴۰
۱۱۱- حفاظت قرآن سے متعلق مسائل // // //		اُردو	۴۰
۱۱۲- نماز وجماعت سے متعلق مسائل // // //		اُردو	۶۰
۱۱۳- عیدین وجمعہ سے متعلق مسائل // // //		اُردو	۵۰

۱۱۴- تراویح واعتکاف سے متعلق مسائل // // //	اُردو	۵۰
۱۱۵- سفر اور صدقہ ءفطر سے متعلق مسائل // // //	اُردو	۶۰
۱۱۶- قربانی سے متعلق مسائل // // //	اُردو	۶۰
۱۱۷- طلاق و عدّت اور نفقہ سے متعلق مسائل // // //	اُردو	۸۰
۱۱۸- نکاح سے متعلق مسائل // // //	اُردو	۶۰
۱۱۹- ہبہ وجہیز سے متعلق مسائل // // //	اُردو	۴۰
۱۲۰- وقف سے متعلق مسائل // // //	اُردو	۶۰
۱۲۱- مسجد سے متعلق مسائل // // //	اُردو	۸۰
۱۲۲- تجارت کی مختلف قسموں سے متعلق مسائل // // //	اُردو	۴۰
۱۲۳- وصیت ومیراث سے متعلق مسائل // // //	اُردو	۴۰
۱۲۴- اذان واقامت سے متعلق مسائل // // //	اُردو	۴۰
۱۲۵- تربیت، رضاعت وعقیقہ سے متعلق مسائل // // //	اُردو	۶۰
۱۲۶- زکوٰۃ سے متعلق مسائل // // //	اُردو	۶۰
۱۲۷- حج سے متعلق مسائل // // //	اُردو	۴۰
۱۲۸- امامت سے متعلق مسائل // // //	اُردو	۴۰
۱۲۹- قرأۃ سے متعلق مسائل // // //	اُردو	۴۰
۱۳۰- سجدہ ءتلاوت سے متعلق مسائل // // //	اُردو	۴۰
۱۳۱- اسلامی پردہ (قرآن وسنت کی روشنی میں) // // //	ہندی	۸۰
۱۳۲- میراث سے متعلق مسائل (قرآن وسنت کی روشنی میں)	اُردو	۴۰

(مفسر قرآن) مفتی محمد سرور فاروقی ندوی صاحب کی عربی تصانیف

۱۳۳- غزوہ حنین والطائف فی ضوء القرآن والسنۃ	//	اردو	۱۲۰
۱۳۴- الہندوسیہ مبادؤھا عقائدوھا ومنظماتہا	//	اردو	۱۴۰
۱۳۵- ذکر محمدٍ فی الوید	//	عربی	۸۰

۱۳۶- نبذة عن صفاتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومواعظہ عن النظام الاجتماعی // عربی ۸۰

(مفسر قرآن) مفتی محمد سرور فاروقی ندوی صاحب کی انگریزی تصانیف

۱۳۷۔ محمد دی لاسٹ پرفٹ۔انڈرداشیڈآف وید	//	انگریزی	۴۰
۱۳۸۔ محمد ﷺ اینڈ اسٹیٹس آف ورشپ	//	انگریزی	۳۰
۱۳۹۔ بیسک ٹیچنگ آف اسلام	//	انگریزی	۸۰
۱۴۰۔ دی سواڈ آف اسلام	//	انگریزی	۴۰
۱۴۱۔ اذان،اے کالنگ فار ہیومینٹی	//	انگریزی	۴۰
۱۴۲۔ اسلام؟	//	انگریزی	۱۰

(مفسر قرآن) مفتی محمد سرور فاروقی ندوی صاحب کی ترجمہ کی ہوئی کتابیں

۱۴۳- منتخب احادیث (مصنف: حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ)	ہندی	۶۰
۱۴۴- قادیانیت نبوت محمدی کے خلاف بغاوت (مصنف: امام حرم عبداللہ السبیل)		۴۰
۱۴۵- عقیدۃ الواسطیہ (مصنف: احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہؒ)	ہندی	۶۰
۱۴۶- دارارقم کا احسان انسانی دنیا پر (مصنف: مولانا ابوالحسن علی ندوی)	ہندی	۳۰
۱۴۷- مانو تا آج بھی اسی چوکھٹ کی محتاج ہے (مصنف: مولانا محمد حسنیؒ)	ہندی	۳۰
۱۴۸۔ رمضان کا تحفہ (مصنف: مولانا محمد رابع حسنی ندوی)	ہندی	۲۰
۱۴۹- یکساں سول کوڈ اور مہیلاؤں کے ادھیکار (مصنف: مولانا محمد رابع حسنی ندوی)	ہندی	۲۰
۱۵۰- سلاسل اربعہ (مصنف: مولانا ابوالحسن علی ندوی)	ہندی	۰۵
۱۵۱- مالک ومخلوق شریشٹھ کون؟ (وچارک: محمد مصطفیٰ قادری)	ہندی	۳۰
۱۵۲- یتیموں کی کفالت (مصنف: محمد عامر صدیقی ندوی)	ہندی	۳۰

زیر طباعت کتابیں

۱۵۳ سود سے متعلق مسائل	// // //	اُردو	۶۰
۱۵۴۔ کرائے داری سے متعلق مسائل	// // //	اُردو	۶۰
۱۵۵۔ کاروبار میں شرکت سے متعلق مسائل	// // //	اُردو	۵۰
۱۵۶۔ سنت ونوافل سے متعلق مسائل	// // //	اُردو	۴۰
۱۵۷۔ روزہ رؤیت ہلال سے متعلق مسائل	// // //	اُردو	۵۰
۱۵۸۔ علم وعلماء سے متعلق مسائل	// // //	اُردو	۴۰
۱۵۹۔ تقلید واجتہاد کی شرعی حیثیت	// // //	اُردو	۵۰
۱۶۰۔ سجدہ سہو سے متعلق مسائل	// // //	اُردو	۴۰
۱۶۱۔ بدعت کی نحوست سے متعلق مسائل	// // //	اُردو	۴۰
۱۶۲۔ حیض ونفاس سے متعلق مسائل	// // //	اُردو	۴۰
۱۶۳۔ غیر مسلموں سے متعلق مسائل	// // //	اُردو	۶۰
۱۶۴۔ دوسو معاشرتی مسائل	// // //	اُردو	۶۰
۱۶۵۔ اسلام کے عدالتی فیصلے	(تاریخ وسنت کی روشنی میں)	ہندی	۶۰

کتابوں کے مطالعہ کی ترتیب

غیر مسلم، نومسلم، داعی و مسلم نوجوانوں کے لئے تحفہ

یوں تو ہماری کتابیں ہر شخص کے لئے مفید ہیں، لیکن الگ الگ صلاحیت والوں کے لئے ان کی صلاحیت کے مطابق ترتیب سے دی جائیں گی تو بہتر ہوگا جیسے کسی کی صلاحیت درجہ (٦) تک کی ہے، کسی کی صلاحیت ہائی اسکول یا انٹر یا (ایم اے) تک کی ہے۔

اس طرح تمام کتب کو چار قسم کے لوگوں میں تقسیم کی گئی ہیں۔ ایک وہ جو اسلام سے ناواقف ہیں (جیسے ہمارے غیر مسلم بھائی) دوسرے وہ جو کچھ اسلام کے بارے میں سمجھ کر فیصلہ کر چکے ہیں (یعنی نومسلم بھائی) تیسرے داعی حضرات جو اسلام کو تمام انسانوں تک پہچانا چاہتے ہیں۔ چوتھے نوجوان مسلم۔

ان تمام حضرات کے لئے مندرجہ ذیل ترتیب سے مطالعہ کرنا مفید اور آسان ہوگا۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔

غیر مسلم بھائیوں کے لئے تحفہ

نام	زبان	قیمت
① سرشٹی کا شرشٹا کون؟	ہندی	۳۰
a1- اسلام؟	//	۱۰
b1- پراکرتک نیم، اِیش دوتوں کا دھرم اور پرلوک وِشواس	//	۴۰
c1- لاالٰہ الا اللہ کی گواہی	//	۴۰

نام	زبان	قیمت
d1- اذان کیا ہے؟	ہندی	۳۰
② انتم سندیشٹا کہاں کب اور کون؟ (ہارڈ باؤنڈ)	//	۱۲۰
a2- اسلامی شاسن اور شاسک (ایتیہاسک درشٹی سے)	//	٦۰
b2- کفر اور شرک کی حقیقت (قرآن وسنت کی روشنی میں)	//	۸۰
c2- توحید کی حقیقت (قرآن وسنت کی روشنی میں)	//	۴۰
③ جنت کے حالات اور جنتی (قرآن وسنت کی روشنی میں)	//	۸۰
a3- جہنم کے حالات اور جہنمی	//	۵۰
b3- غیر مسلموں کے ساتھ ویوہار (ایتیہاسک درشٹی سے)	//	٦۰
c3- جہاد آتنک واد اور اسلام	//	۱۲۰
④ اسلام دھرم کیا ہے؟ (قبول حق کے بعد اسلامی کورس)	//	۲۰۰
⑤ قرآن کا پیغام (پارہ عمّ ترجمہ اور تشریح)	//	۱٦۰
⑥ قرآن کا پیغام (قرآن کا آسان ہندی ترجمہ) (سائز۔ 20x30/8)	//	۳۰۰
⑦ تفسیر فاروقی (قرآن کی ہندی تفسیر پارہ نمبر ۱ سے ۵ تک)	//	۴۰۰
⑧ اسلام دھرم تلوار سے پھیلا یا سداچار سے	//	۴۰
⑨ رسول اللہ ﷺ کا حلیہ مبارک اور آپ ﷺ کی سنتیں	//	۸۰
⑩ پوِتر قرآن کا سندیش انسانی دنیا کے نام	//	۳۰

نومسلم بھائیوں کے لئے تحفہ

نام	زبان	قیمت
۱۔ لاالٰہ الا اللہ کی گواہی	ہندی	۵۰
۲۔ صحابہ کا اسلام اور اس کے بعد	//	٦۰
۳- آؤ نماز کی اُور	//	۴۰
۴- اسلام دھرم کیا ہے؟ (قبول حق کے بعد اسلامی کورس)	//	۲۰۰

نام	زبان	قیمت
٥- قرآن کا پیغام (پارہ عمّ ترجمہ اور تشریح)	ہندی	١٦٠
٦- کفر اور شرک کی حقیقت (قرآن وسنت کی روشنی میں)	//	٨٠
٧- توحید کی حقیقت (قرآن وسنت کی روشنی میں)	//	٤٠
٨- رسول اللہؐ کا حلیہ مبارک اور آپؐ کی سنتیں	//	٨٠
٩- جنت کے حالات اور جنتی (قرآن وسنت کی روشنی میں)	//	٨٠
١٠- جہنم کے حالات اور جہنمی	//	٦٠
١١- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی	//	٤٠
١٢- رسول اللہ ﷺ کی باتیں (اعمال حسنہ کی روشنی میں)	//	٦٠
١٣- قرآن کا پیغام (قرآن کا آسان ہندی ترجمہ) (سائز۔ 20x30/8)	//	٣٠٠
١٤- تفسیر فاروقی (بھاگ-١) (قرآن کی ہندی تفسیر پارہ نمبر١ سے٥ تک)	//	٤٠٠
١٥- تفسیر فاروقی (بھاگ-٢) (قرآن کی ہندی تفسیر پارہ نمبر٥ سے١٠ تک)	//	٤٠٠
١٦- تفسیر فاروقی (بھاگ-٣) (قرآن کی ہندی تفسیر پارہ نمبر١٠ سے١٨ تک)	//	٤٠٠
١٧- منتخب احادیث (مصنف: حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ)	//	٦٠
١٨- حضرت محمد ﷺ کی پرمارت جیونی	//	٢٠٠
١٩- نبیوں کی سیرت (قرآن وحدیث کی روشنی میں)	اردو	١٠٠
٢٠- حضرت محمد ﷺ کی نصیحتیں (حصہ اوّل)	//	٩٠
٢١- جہاد، آتنک واد اور اسلام	ہندی	١١٠

انگلش جاننے والوں کے لئے تحفہ

نام	زبان	قیمت
١- اسلام؟	انگلش	١٠
٢- اذان، اے کالنگ فار ہیومینٹی	//	٢٠
٣- محمد دی لاسٹ پرفٹ۔ انڈر دی شیڈ آف وید	//	٤٠

نام	زبان	قیمت
٤- محمد ﷺ اینڈ اسٹیٹس اُوف ورشپ	انگلش	٣٠
٥- بیسک ٹیچنگ آف اسلام	//	٨٠
٦- دی سواڈ آف اسلام	//	٤٠

مسلم نوجوانوں کے لئے تحفہ

نام	زبان	قیمت
١- اسلام؟	ہندی	١٠
٢- آؤ نماز کی اُور	//	٤٠
٣- اسلام دھرم کیا ہے؟ (قبول حق کے بعد اسلامی کورس)	//	٢٠٠
٤- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی	//	٤٠
٥- رسول اللہؐ کی سیرت سوال وجواب کی روشنی میں	//	٣٠
٦- اسلامی کویز (سوال وجواب کی روشنی میں)	//	٥٠
٧- قرآن کا پیغام (پارہ عمّ ترجمہ اور تشریح)	//	١٦٠
٨- جہاد، آتنک واد اور اسلام	//	١٢٠
٩- روزہ کا حکم اور اس کے مسائل (قرآن وسنت کی روشنی میں)	//	٤٠
١٠- قرآن کا پیغام (قرآن کا آسان ہندی ترجمہ) (سائز۔ 20x30/8)	//	٣٠٠
١١- تفسیر فاروقی (بھاگ-١)(قرآن کی ہندی تفسیر پارہ نمبر١ سے٥ تک)	//	٤٠٠
١٢- تفسیر فاروقی (بھاگ-٢) (قرآن کی ہندی تفسیر پارہ نمبر٥ سے١٠ تک)	//	٤٠٠
١٣- تفسیر فاروقی (بھاگ-٣) (قرآن کی ہندی تفسیر پارہ نمبر١٠ سے١٨ تک)	//	٤٠٠
١٤- آپ کے سوالوں کا آسان حل (حصہ اول)	//	٦٠
١٥- اسلام کی بنیادی معلومات سوال وجواب کی روشنی میں	//	٦٠
١٦- اعمال حسنہ (قرآن وحدیث کی روشنی میں)	اُردو	١٠٠
١٧- آخرت کا عقیدہ (قرآن وحدیث کی روشنی میں)	//	٥٠
١٨- اخلاص کی فضیلت (قرآن وحدیث کی روشنی میں)	//	٥٠

نام	زبان	قیمت
۱۹- عالم انسانیت کے رہبر (قرآن وحدیث کی روشنی میں)	اُردو	۱۰۰
۲۰- نبیوں کی سیرت (قرآن وحدیث کی روشنی میں)	//	۱۰۰
۲۱- آخری رسول کہاں، کب اور کون؟	//	۱۴۰
۲۲- جھاڑ، پھونک، جادو، ٹونا اور تعویز، گنڈے (شریعت کی روشنی میں)	ہندی	۴۰
۲۳- روزہ، تراویح، صدقہ اور اعتکاف کے احکام ومسائل	اُردو	۴۰
۲۴- مسافر اور سفر کے مسائل (قرآن وسنت کی روشنی میں)	//	۳۰
۲۵- اسلام میں تجارت کا طریقہ (قرآن وسنت کی روشنی میں)	//	۱۲۰
۲۶- اسلام میں عورت کا مرتبہ (قرآن وسنت کی روشنی میں)	//	۵۰
۲۷- دولت کی پیدائش اور عطیات قدرت	//	۴۰
۲۸- عیدین وقربانی کے مسائل (قرآن وسنت کی روشنی میں)	//	۹۰
۲۹- اللہ کی طرف سے رزق کی تقسیم اور کمزور طبقے کی کفالت	//	۵۰
۳۰- قرآن کے مطابق دولت کا استعمال	//	۷۰
۳۱- داڑھی کی اہمیت (شریعت کی روشنی میں)	//	۴۰
۳۲- حج وعمرہ کا مکمل طریقہ (شریعت کی روشنی میں)	//	۴۰
۳۳- زکوٰۃ کا حکم اور اس کے مسائل (قرآن وسنت کی روشنی میں)	//	۴۰
۳۴- حج اور عمرہ کا آسان طریقہ (قرآن وسنت کی روشنی میں)	//	۳۰
۳۵- زکوٰۃ اور مصارف زکوٰۃ (قرآن وسنت کی روشنی میں)	//	۴۰
۳۶- میراث کی تقسیم	//	۳۰
۳۷- اسلامی وراثت ایک نظر میں	//	۲۰
۳۸- اسلامی قانون وراثت اور میراث کی تقسیم	//	۴۰
۳۹- کلمہ طیبہ کی حقیقت اور اس کے تقاضے	//	۸۰
۴۰- جنت کے حالات اور جنت کی نعمتوں کا ذکر (قرآن وحدیث کی روشنی میں)	//	۶۰
۴۱- جہنم کے حالات اور جہنمی (قرآن وحدیث کی روشنی میں)	//	۶۰

نام	زبان	قیمت
۴۲- طلاق کا اسلامی طریقہ (قرآن وسنت کی روشنی میں)	اُردو	۴۰
۴۳- کاغذی نوٹ اور بیع کی حقیقت	//	۴۰
۴۴- ہندوستان میں قرآن کے ترجمے کی شروعات اور چند تفاسیر کا تعارف	//	۳۰
۴۵- اسلام کا زرعی نظام	//	۴۰
۴۶- حرام، حلال اور مباح چیزیں (شریعت کی روشنی میں)	//	۳۰
۴۷- قرآنی آیات اور اسلامی معاشرہ	//	۳۰
۴۸- جنات اور شیطان کا ذکر (قرآن وسنت کی روشنی میں)	//	۸۰

داعی حضرات کے لئے تحفہ

نام	زبان	قیمت
۱- اعمال کو باطل کرنے والی چیزیں اور نیت کی اہمیت	اُردو	۴۰
۲- خالق کائنات اور ہمارا اُس سے تعلق	//	۴۰
۳- غیر مسلموں میں طریقہ دعوت اسلوب انبیاء کی روشنی میں	//	۸۰
۴- ہندو دھرم، فرقے، تنظیمیں اور اداروں کا تعارف	//	۹۰
۵- آخری رسول کہاں، کب اور کون؟	//	۱۴۰
۶- حضرت محمد ﷺ کا ذکر اور مورتی پوجا کی ممانعت ویدوں کی دنیا میں	//	۴۰
۷- غیر مسلموں سے دوستی یا دشمنی (اعتراض کے تناظر میں)	//	۵۰
۸- اسلام کے خلاف الزامات اور اس کی دعوت کا اثر	//	۵۰
۹- قرآن میں انسان کا مقام اور اُس کا اعلیٰ مقصد	//	۴۰
۱۰- قرآن کے مثالی نمونے اور لازوال معجزہ	//	۴۰
۱۱- غیر مسلموں سے تعلقات اور مذہبی آزادی	//	۴۰
۱۲- حضرت محمد ﷺ اور جزیرہ عرب	//	۵۰

نام	زبان	قیمت
۱۳- قرآن کا پیغام (پارہ عم ترجمہ اور تفسیر)	ہندی	۱۶۰
۱۴- اللہ کے ادھیکار اور بندوں کے ادھیکار (قرآن وحدیث کی روشنی میں)	//	۸۰
۱۵- قرآن کا پیغام (قرآن کا آسان ہندی ترجمہ) (سائز۔ 20x30/8)	//	۳۰۰
۱۶- تفسیر فاروقی (حصہ۔۱) (قرآن کی ہندی تفسیر پارہ نمبر ا سے ۵ تک)	//	۴۰۰
۱۷- تفسیر فاروقی (حصہ۔۲) (قرآن کی ہندی تفسیر پارہ نمبر ۵ سے ۱۰ تک)	//	۴۰۰
۱۸- تفسیر فاروقی (حصہ۔۳) (قرآن کی ہندی تفسیر پارہ نمبر ۱۰ سے ۱۸ تک)	//	۴۰۰
۱۹- امت محمدیہ کی عزت کا معیار	اُردو	۴۰
۲۰- اسلام میں جزیہ، خراج اور ذمیوں کے اختیارات	//	۴۰
۲۱- تعدد ازدواج اور اسلام (مذاہب عالم کی روشنی میں)	//	۶۰
۲۲- اسلام کی دعوت کا اثر انسانی دنیا پر	//	۵۰
۲۳- دعوت کی ذمّہ داری (قرآن وحدیث کی روشنی میں)	//	۵۰
۲۴- مسلمانوں کے فرقے اور اُن کے عقائد	//	۸۰
۲۵- اسلامی معاشیات کا تقابلی جائزہ (تاریخ کے آئینہ میں)	//	۴۰
۲۶- بودھ دھرم اور اسلام	ہندی	۴۰
۲۷- زبردستی اسلام قبول کروانے کی ممانعت (قرآن وسنت کی روشنی میں)	//	۶۰
۲۸- تفسیر کا بنیادی مأخذ	//	۴۰
۲۹- مدارس اسلامیہ کے نصاب کا تاریخی جائزہ	//	۴۰
۳۰- اسلام میں غیر مسلموں کے حقوق	//	۵۰
۳۱- جہاد آتنکواد اور اسلام	ہندی	۱۲۰
۳۲- اسلام دھرم تلوار سے پھیلا یا سداچار سے	//	۶۰

رسول اللہ ﷺ کا حلیہ مبارک

اور

آپ ﷺ کی سنتیں

اس میں رسول اللہ ﷺ کا حلیہ مبارک اور آپ ﷺ کے کھانے پینے، سونے جاگنے، کپڑا پہننے، کنگھا کرنے، تیل لگانے ناخن کاٹنے، استنجاء کرنے، جوتا پہننے، انگوٹھی پہننے، مسجد اور گھر میں داخل ہونے، بازار جانے، گفتگو کرنے، وضو غسل، اذان، نماز، دعاء، رمضان، عیدین، سفر، سلام، نکاح، میت اور اس سے متعلق سنتوں سے لے کر آپ ؐ کے اخلاق وعادات کا تفصیل سے ذکر ہے۔

مفتی محمد سرور فاروقی ندوی فتحپوری
(صدر جمعیت پیام امن، لکھنؤ)

ناشر
مکتبہ پیام امن
ندوہ روڈ، ڈالی گنج لکھنؤ۔۲۰ (یو، پی)